فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (پ۲۶، سورہ ق ۴۵)

صرف قرآن سے تذکیر۔ اللہ کا خوف رکھنے والوں کے لئے

اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کی نادر علمی پیشکش

عَظمتُ الاَصحاب
فِي بیانِ اُمِّ الکِتاب
قرآن کریم

منقبتِ اصحابِ رسولِ عالم حضرت الخاتم علیہ الصلاۃ والسلام وتحیۃ العالم

اثرِ خامہ

محقق العصر، جسٹس (ر)

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود نور اللہ مرقدہ

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

محمود پبلی کیشنز اسلامک ٹرسٹ جامعہ ملیہ اسلامیہ محمود کالونی، شاہدرہ، لاہور

ھدیہ عقیدت

برادرِ عزیز، بسیار دوست نواز

جناب نعمان حمید صاحب

کی خدمت میں

برادرِ اکبر جناب حافظ عبدالخالق اعوان صاحب

کی طرف سے

3 مارچ
2022 ملکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ (پ۲۶، سورہ ق ۴۵)

صرف قرآن سے تذکیر۔ اللہ کا خوف رکھنے والوں کے لئے

اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کی نادر علمی پیشکش

عظمت الاصحاب
فی
بیان ام الکتاب قرآن کریم

منقبت اصحاب رسول عالم حضرۃ الخاتم علیہ الصلاۃ والسلام وتحیۃ العالم

از خامہ

جسٹس (ر) سپریم کورٹ

حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

شائع کردہ: محمود پبلی کیشنز، اسلامک ٹرسٹ، لاہور
جامعہ ملیہ اسلامیہ محمود کالونی، شاہدرہ، لاہور

جملہ حقوقِ اشاعت بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب …… عظمت الاصحاب فی بیان ام الکتاب
مصنف …… ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ
اشاعت دوم …… ۲۰۲۰ء
صفحات …… ۱۰۸
تعداد …… ۱۱۰۰
کمپوزنگ …… مفتی محمد صہیب ظفر دامت برکاتہم العالیہ
ناشر …… محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ، لاہور

ملنے کے پتے

☆ جامعہ ملیہ اسلامیہ محمود کالونی، نزد توحید پارک، شاہدرہ، لاہور
فون: 0336/0300-633.23.87
☆ جیلانی اکیڈمی جہانزیب بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-48.40.053
☆ سٹی جامع مسجد سٹاک پورٹ روڈ مانچسٹر، یو۔کے، پوسٹ کوڈ: M12 4DT
Jamia Islamia, Manchester M12 4DT, UK
Tel: 0044-787.715.1083, Mob: 0044-781.510.8503
☆ مکتبہ دار المعارف، LG-20 ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
فون: 042-37.32.15.26 / 0302-42.84.770

فہرست عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

پیش لفظ	13
عالمی سطح پر دو ہی مدعیانِ اسلام ہیں	//
بارہ سو سال سے دونوں کے ایک ہونے کی تمنا	//
شیعہ کا خلفاء ثلاثہ کے ایمان سے انکار	//
ایمان ایک فعل قلبی ہے کسی دوسرے کے فعل قلبی پر مطلع ہونا کوئی آسان کام نہیں	//
اسی وجہ سے دو مدعیان اسلام بارہ سو سال سے ایک نہ ہو سکے	//
قرآن کریم کا سب سے زیادہ جملہ: "یا ایھا الذین اٰمنوا" کسی امر مخفی کے لئے صادر نہیں ہو سکتا یہ اس جملے کی عزت کے خلاف ہے	//
خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کا ایمان جاننے کی راہ جو عملاً کامیاب ہو سکے	//
ان کے ایمان کو قرآن کے آئینہ میں واقعات سے دیکھئے	14
نظریات کی بجائے واقعات سے زیادہ پختہ علم ملتا ہے	//
قرآن کریم میں صرف احکام نہیں واقعات بھی بہت ہیں	//
صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقائع زندگی جو قرآن میں مذکور ہوئے	//
صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوسائٹی کے بعض اہم واقعات	//

حضرت اسماء بنت عمیس ؓ سے کچھ تعارف کیجئے	//
یہ حضرت جعفر ؓ بن ابی طالب (حضرت علی ؓ کے بھائی) کی اہلیہ ہیں	//
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت حضور ﷺ کی زندگی میں غزوہ موتہ میں ہوئی	//
اس کے بعد ان کا نکاح حضرت ابوبکر ؓ سے ہوا	//
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا	//
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری خلیفہ وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کرتی رہیں	//
اسلام میں نکاح کا مدار ایمان پر ہے صرف کلمہ گو ہونے پر نہیں	15
اس پسِ منظر میں حضرت جعفر، حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ایک تھے	//
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت اُمِ کلثوم بنت علی ؓ سے	//
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے	//
ان نکاحوں کی راہ سے ایمان ثلٰثہ کی واقعاتی تصدیق سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا	//
نظریات کی بجائے واقعات اوقع فی النفس ہوتے ہیں	16

قرآن میں تیس آیات ان کے وقائع زندگی پر مذکور	〃
آئندہ اور دس آیات بھی پیش کی جاسکیں گی	〃
صحابہ کے بارے میں کئی مختلف علمی موضوع	〃
فضائلِ صحابہ، مقامِ صحابہ اور عظمتِ صحابہ	〃
ان میں سب سے زیادہ اہم مقام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بیان ہے	〃
تین دینی جماعتوں کا علم حدیث ایک اہلحدیث کا اور دیوبندیوں، بریلویوں کا	〃
یہ تینوں دینی جماعتیں مقامِ صحابہ کو قرآن سے نکھار کر سامنے لائیں	〃
آغازِ کتاب	18
عظمت الاصحاب فی بیان ام الکتاب	〃
حضور کی بعثت سے عرب میں ایک نئی قوم اٹھی	〃
حضور آخری پیغمبر اور یہ قوم ایک آخری امت	〃
یہ آخری امت آئندہ لوگوں کی پیشوائی کے لئے	〃
خیر امت اس قوم کا پہلا طبقہ جنہیں "صحابہ" کہا جاتا ہے	〃
ان سے اگلا طبقہ تابعین اور ان سے اگلا تبع تابعین رحمہم اللہ	〃
هما جميعا من هذه الامة	〃
حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہما اللہ کا ترجمہ قرآن	〃
حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے ایک تیسرا مطلب بیان کیا ہے	19
مولانا تھانوی رحمہ اللہ اسے اس امت کی جماعت قرار دیتے ہیں	〃
مولانا فتح محمد خاں جالندھری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی خیر امت کا خطاب اس وقت کے ایمان لانے والوں سے تھا	〃
جنت والوں کا حال پہلے لوگوں کی اکثریت ہوگی	〃
ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ○ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ○	〃
ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ	〃
ایمان کا اظہار کرنے والے لوگوں میں بڑا گروہ کن کا	20
قم اور نجفِ اشرف کے مجتہدین بڑا بھائی کن کو کہتے ہیں اور آج تک کہہ رہے ہیں	〃
شیعہ گروہ شروع سے اب تک اقلیت میں ہی رہا ہے اور اپنے آپ کو چھوٹا ہی کہتا رہا	〃
ایران بھی پہلے ایک سنی سلطنت ہی تھا	〃
اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا	〃
ہمیشہ قائم رہنے والی حقیقت قائمہ اہلِ سنت ہی ہیں اور یہ قیامت تک رہیں گے	〃
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت کہ علم تین ہی ہیں	〃

تاریخ اسلام میں لفظ مسلم سے ہمیشہ سنی ہی مراد لئے جاتے رہے ہیں	〃
مجالس المومنین کی تیس آیات	21
پہلی آیت: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ○ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ○	〃
اندر سے جو لوگ منافقت میں رہے وہ قلیل تھے	〃
تیس آیات اردو تراجم کے ساتھ ہدیہ قارئین	〃
صحابہؓ کون ہیں؟ اپنے لئے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کی تصدیق پانے والے	〃
اپنے لئے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی تصدیق پانے والے	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ	22
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا آگ سے بچائے جانے والے	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ کی آسمانی خبر پانے والے	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ کی تصدیق پانے والے	23
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ کی بشارت پانے والے	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی خبر پانے والے	24
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ خلافت ارضی کا قرآنی وعدہ پانے والے	25
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پر نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا کہنے والے	26
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ معیار ایمان قرار دیے جانے والے ـــ بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ اللہ سے اس کی رضا چاہنے والے ـــ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ	〃
صحابہ کون ہیں؟ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ـــ کی تصدیق پانے والے	〃
صحابہ کون ہیں؟ حضورؐ کے ساتھ نماز پانے والے وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ	27
صحابہ کون ہیں؟ حضورؐ کی معیت پانے والے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ جن کے تقوی کو اللہ نے قبول کیا يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ	〃

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ اقتدار ارضی پانے پر اسلامی نظام قائم کرنے والے	28
اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ	”
صحابہ کون ہیں؟ نمازوں میں خشوع پانے والے ــــ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ	”
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا کی آسمانی تصدیق پانے والے	”
ان کا ایمان کبھی ضائع نہ ہوگا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ	”
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ	29
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ جن کی بیعت کو اللہ نے قرآن میں اپنی بیعت کہا	”
اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ	”
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ جن کے ایمان نہ لانے پر حضور کو اپنی جان کے گھٹنے کا خطرہ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر	”
حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اورعکم عن محارم اللہ واسرعکم فی طاعتہ	”
صحابہ کے ایمان میں حضورؐ کے ایمان کی شرکت	30

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ	”
صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟ جن کو اللہ تعالیٰ نے کعبہ میں داخل ہونے کی خوشخبری دی	”
لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ	”
صحابہ کرام کے مختلف مراتب لیکن جنت کا وعدہ سب سے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى	”
صحابہ کے ایمان کی شہادت کہ تم سب خانہ کعبہ میں داخل ہوگے پورے امن میں	31
صحابہ کون ہیں؟ ایمان کی پوری شان پانے والے	32
وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا ایمان میں زیادتی پانے والے	”
ایمان کا نشان وافی کہ دوسرے نمازیوں کے ساتھ رہیں۔ ساتھ رہنے والے	”
جو دوسرے نمازیوں کے ساتھ نہ رہیں ان کے ایمان کا اعتبار نہیں	”
سورہ نصر میں جوق در جوق لوگوں کے داخل اسلام ہونے کی آسمانی خبر	”
حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس آیت کی تفسیر نفیس	”

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی اندرونی حالت 33
ایمان ایک فعل قلبی ہے جس کی دوسرے کو خبر نہیں ہوتی لیکن صحابہ کے ایمان کی قرآن میں بارہا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خبر دی گئی //
صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان پر قرآن کریم کے یہ دو خاص لفظ: ۱۔ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ، ۲۔ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ //
ان کی طبیعت شریعت ہو چکی تھی //
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی 35
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ //
ان کے اندر اس طرح ایمان داخل ہوا کہ ان کو کفر اور فسق سے طبعی نفرت ہو گئی 36
یہی لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) اللہ کا گروہ کہلائے۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ //
اللہ نے چاہا کہ وہ اس سے راضی ہو جائیں وَرَضُوْا عَنْهُ //
اللہ کی رضا ان سے اس پر قرآن کی چار آسمانی شہادتیں 37
اللہ اور اس کے رسول کے معاملہ میں کسی کی پروانہ کرنا //
انکی طبیعت شریعت میں ڈھل گئی تھی 38
صحابہ کی حضورؐ کی نماز میں شرکت، ایک نماز 39
پہلے دور کے لوگ جو حضورؐ کی نماز میں ساتھ ہوتے تھے وہ صرف پہلے صحابہؓ ہی ہو سکتے ہیں //
ایسی خوشی جیسے کھیتوں والے اپنے پودوں کی بال پر خوش ہوتے ہیں 40
صحابہ کی حضور ﷺ کے ایمان میں شرکت ایک ہی "اٰمَنَ" ایمان میں دونوں 41
چھٹی آیت
ان کا حضورؐ کی معیت میں داخل کعبہ ہونا //
گردش عالم کے دو نقشے
اب یہ کعبہ میں آنے لگے 42
اب مدینہ والے مکہ آنے لگے
حدیبیہ تک پہنچ گئے //
مکہ سے مدینہ کے سفر کا نظارہ
شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز بیان //
ساتویں آیت:
مکہ میں اتری آیات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان 44
آٹھویں آیت، صحابہ رضی اللہ عنہم کی نمازوں میں ان کی طلب رضوان الٰہی کی تصدیق //
نویں آیت: حضور ﷺ کے حج میں ان کے اترتے تقویٰ کی قبولیت الٰہی 45

۱۰۔ اللہ ان سے راضی۔ وہ اللہ سے راضی 46
حضور ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے خلاف اٹھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم 47
صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفت۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ 〃
ایک غلطی کا ازالہ۔ مرتد ہونے والا پہلے منافق نہ تھا 48
اللہ کا حضور ﷺ کے زمانہ کے لوگوں سے خلافت ارضی کا وعدہ 49
شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز روشن بیان 〃
اس امت میں ایک داعی الی الخیر گروہ کی ضرورت 51
بعد میں آنے والے کے لئے پہلے مؤمنین معیارِ ایمان 52
صحابہ رضی اللہ عنہم کے روز مرہ کی قرآن میں کس حالت کی خبر دی گئی 53
صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی خواہش میں حضور ﷺ کا اپنے آپ کو کھپانا 55
حضور ﷺ پر اتری وحی اور پہلے نبیوں کی وحی پر ایمان لانے والے 57
تاریخ اسلام میں صرف دو وحی، تیسری وحی کا کوئی تصور نہیں 〃
حضور ﷺ کی نماز میں ایک جماعت میں کھڑے ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم 〃
حضور ﷺ سے ایک درخت تلے بیعت کرنے والے خوش نصیب رضی اللہ عنہم 58
حضور ﷺ کے ساتھ تمام لائقِ ایمان امور میں شرکت پانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم 61
۲۲۔ اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول ﷺ کو اس کا خواب 〃
حضور ﷺ کی معیت میں شریک نماز ہونے والے خوش قسمت 62
زمین پر قابو، تمکنت اور اس پر جماؤ پانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم 〃
صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایسا اتحاد کہ گویا وہ سب آگ سے بچا لئے گئے 63
حضرت ابنِ عباسؓ کی آیت فَاَنْقَذَكُمْ کی دلالت اور اس پر ایک بدو کی تڑپ 〃
حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کی نماز اور عفت کا ایک نقشہ 66
پہلے دور میں مومنون اور منافقون کی کوئی مخلوط سوسائٹی نہ تھی 67
اللہ تعالیٰ نے سورہ المومنون میں مومنوں کو پانچ ایمانی تمغے دیئے 〃

عنوان	صفحہ
حضور ﷺ پر ایمان لانے والے قرآن کریم میں اُمَّةً وَّسَطًا بتلائے گئے	69
یہ اگلے مسلمانوں پر دین کے گواہ بتلائے گئے	〃
۲۸۔ ایمان لانے والوں کے لئے اور بڑھنے کا حکم	70
۲۹۔ ایک آیت میں دو دفعہ ایمان لانے کا ذکر	71
۳۰۔ حضور ﷺ کے سامنے سب صحابہ ایمان کی فتح پا چکے	72
قرآن میں آخری اتری سورۃ ۱۱۴ سورہ نصر فوج در فوج دین میں داخل ہونے والے	〃
بعض آیات کے کئی کئی بار بیان کرنے کی وجہ	74
تحریک تنظیم اہلِ سنت پاکستان جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان	〃
تبصرہ۔ از ملک شیر محمد اعوان مرحوم	76
مضمون از مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری کی کتاب ''الاصحاب فی الکتاب'' طبع ۱۹۵۶ھ	〃
آپ نے اس کتاب کی کاپیاں جیل سے تنظیم اہلِ سنت لاہور کے دفتر بھیجیں	〃
اس وقت ملک شیر محمد خاں صاحب اعوان سابق صدر بلدیہ کالا باغ وہاں موجود تھے	〃
ملک صاحب اعوان کا بیان شروع	〃
درخت اپنے پھل سے، شیخ اپنے مرید سے پہچانا جاتا ہے	〃
جمال ہم نشین در من اثر کرد	〃
عدالت میں کوئی دعویٰ بغیر دلیل کے مسموع نہیں	〃
یثرب کے دار الشفاء میں قرآن کے نسخہ سے شفایاب ہونے والے	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کی اخوت، مساوات، حریت، دیانت، صداقت، عدالت، استقامت، اطاعتِ رسول، انفاق، ایثار اور عبادت گزاری	77
ہمارا تعلق صحابہ رضی اللہ عنہم سے بلا واسطہ نہیں حضور ﷺ کی وساطت سے ہے	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم نے اقامت دین کی جدوجہد میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں	〃
صحابہ رضی اللہ عنہم کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی	〃
پوری دنیا نے صحابہ کو اپنا معلم اخلاق تسلیم کیا	〃
خالد بن الولید، ابوعبیدہ، سعد بن ابی وقاص اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جیسے جہانگیر، جہاندار اور جہاں آرا فوجی انہی سے نکلے	〃
حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے حضورؐ کے پیغام کو روم کے محلوں، ایران کے آتشکدوں اور افریقہ کے صحراؤں تک پہنچایا	〃
ان کے دور خلافت میں دوسری بڑی بڑی سلطنتیں خلافت کی تاب نہ لا سکیں	〃

دنیا کی غیر مسلم اقوام کہہ اٹھیں:
ارض وسماء ان کے انصاف سے قائم ہیں 78
اقل قلیل مدت میں بحر اٹلانٹک کے مشرقی ساحل سے بحر الکاہل تک 79
۱۹۳۷ء میں برطانوی ہندوستان میں ہندوؤں کے سب سے بڑے رہنما نے تمام کانگرسیوں کو عمر کی پیروی کا مشورہ دیا 〃
حضورؐ نے وہ نشہ دین اپنے پیروؤں میں قائم کر دیا جس کو حضرت عیسیٰؑ کے پیروؤں میں دیکھا نہیں جا سکتا 〃
Aygus کی کتاب Apology God Free کا مطالعہ کریں 〃
سر ولیم کی تعلیم میں حضرت ابوبکرؓ کی قوت کا راز: آپ کا ایمانِ راسخ تھا 80
صحابہ کا مقام قرآن کی رو سے سامنے لانے کی ضرورت ہے 〃
مولانا سید نور الحسن بخاری نے ''الاصحاب فی الکتاب'' میں یہ حق ادا کر دیا تھا 81
اس جیسی کتاب اردو میں کیا، شاید عربی میں بھی کسی نے نہ لکھی ہو 〃
حضرت شاہ صاحب کا تقابلی استدلال 81
حبِ اہلِ بیت کے نام سے بغض صحابہ کے شعلے 〃
شہدائے کربلا کے نام سے مطاعن صحابہؓ کی مجلسیں 〃
آل رسول پر کئے گئے مظالم کے عنوان سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مظالم کے پہاڑ 〃
خاقانی ہند ابراہیم ذوق کی اختلاط سے بچنے کی نصیحت 82
حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت 〃
جو شخص مجلس میں اپنے دین کے خلاف سنے وہ منافق ہے 〃
منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا قرآنی حکم 〃
اس کی قبر پر دعاء کے لئے کھڑے ہونے کی ممانعت 〃
شیعہ کی بے تابانہ جرأت روضہ مبارک میں انہیں ساتھ نہ ماننے کا عقیدہ
قرآن کریم میں ان کے لئے مغفرت نہ مانگنے کا حکم 83
حضور کا مغفرت مانگنے میں رحمت کا شوق 〃
آپ ستر کی بجائے اسی سے زیادہ مغفرت کے طلبگار 〃
حضرت عمرؓ سراپا غیرت اور حضورؐ سراپا رحمت 〃

نبوت نے امامت کی اور غیرت پھر ہمہ تن نبوت کے تابع	84
اس سے زیادہ سخت امتحان کسی کے ایمان کا نہ ہوا	//
اللہ تعالیٰ نے اس رئیس المنافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے نہیں روکا	//
منافقین کی قبر پر دعاء کے لئے کھڑے ہونے سے بھی ممانعت	//
شیعہ سے عجیب سوال	//
باہر تو کھڑے نہیں ہو سکتے اور اندر سو سکتے ہیں۔۔۔۔اور وہ بھی صدیوں تک	//
حضرت علی ؓ کا فرض تھا کہ ان کو روضہ رسول ﷺ میں دفن نہ ہونے دیتے	85
جب حضرت علی اپنے ہاتھوں انہیں روضۂ رسول ﷺ میں دفنا رہے تھے تو اس پر حضرت سیدہ فاطمہ ؓ خاموش کیوں رہیں	//
حضرت صدیق و فاروق ؓ کی جلالت شان کہ بعد وفات بھی زندہ علی پر غالب ہیں	//
یہ کیسے اسد اللہ الغالب ہیں کہ شیخین کی زندگی میں بھی ان سے مقہور و مغلوب رہے اور وفات کے بعد بھی انہی کی حکومت چلتی رہی	//
کیا آپ کے ہاتھ میں کبھی خلافت کی زمام آئی بھی؟	//
اگر حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت کو اعتراض کا نشانہ بنایا جائے تو پھر کیا کبھی حضرت علی کی خلافت بھی زیر بحث نہ آئے گی؟	86
تری ہر ادا میں بل ہے تیری ہر نگہ میں الجھن مری آرزو میں لیکن کوئی پیچ ہے نہ خم ہے	87
اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا حضورؐ کی نظر پر بھی پہرہ (سورہ طٰہٰ ۱۳۱)	//
حضورؐ کے قلب مبارک پر اللہ کی عزت کا پہرہ (پ ۱۵، الاسراء ۷۵)	//
لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (پ ۱۵، الاسراء ۷۵)	88
حضورؐ کی پاکیزگی فطرت کا انتہائی نکتہ کمال	//
آپ کی طبعی پاکیزگی کا اقتضاء یہ رہا کہ کفار و مشرکین کی طرف کوئی بہ چشم التفات نہ ہو	//
آپ کی فطری پاکیزگی کبھی آپ کو منافقین کی طرف ایک قدم جانے نہ دیتی تھی	89
دنیا کی بڑی سے بڑی ترغیب آپکے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش نہ پیدا کر سکی	//
چاند رکھ دیں تو بھی اپنے فرض سے باز نہ آوں گا (سیرت النبیؐ)	//
آپ کی نام نہاد امت کا یہ الزام کہ آپ معاذ اللہ عمر بھر منافقوں میں گھرے رہے	90

ایک نکتہ ـــــ پورے قرآن میں اس درجہ کا عتاب آلود خطاب کہیں نہیں 90

اس لئے کہ ـــ آپ اللہ کو اس قدر محبوب ہیں کہ وہ آپ کو ان میں چلنے نہیں دیتا 91

ایمانی غیرت کو قطعاً گوارا نہیں کہ اللہ کے محبوب منافقین میں گھرے رہیں //

اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی عالم طفولیت میں نگہداشت 92

آپ کے رضائی بھائیوں نے ایک دفعہ کفار کے مجمع میں چلنے کا کہا //

آپ کا کھلا انکار کہ کوئی مجھے جانے نہیں دیتا 93

تعمیر کعبہ کے وقت کا ایک واقعہ //

آپ حضرت عباسؓ کے ساتھ اس خدمت میں شریک تھے //

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا تھا: //

اجعل ازارك على رقبتك يقيك من الحجارة۔ یہ ازار تجھے پتھروں سے بچالے گا //

خلاصة الكلام ونيل المرام 94

۱۔ اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء علیہم السلام کا خود تکفل فرماتے ہیں //

۲۔ حضورؐ کی ہر ادا کی نگرانی اور ہر حالت کی پاسبانی //

۳۔ حضور کی ذاتی شرافت اور نفسی طہارت //

ان قرآنی آیات کی روشنی میں صحابہ کے علوِ منزلت میں کوئی شبہ نہیں 95

ورنہ ہمیں بتلایا جائے کہ:

۱۔ جو قدرت آپ کو چار پانچ سال کی عمر میں ان گندے لوگوں میں دیکھ نہیں سکتی وہ آپ کو ساری عمر ان منافقوں میں کیسے چھوڑ سکتی ہے؟ //

۲۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کے قعود و قیام مجلس و مسجد اور قلب و نظر ہر چیز پر کڑی نگرانی رکھتے ہیں مگر آپ کے صبح و شام کے ساتھی دشمن خدا ہوں یہ کیسی نگرانی ہے؟ //

۳۔ جو خدا حضرت یوسفؑ کریم کو گندے بستر پر لیٹا نہیں دیکھ سکتا وہ اپنے محمد کریم کو کیسے ناپاک بستروں پر دیکھ سکتا ہے؟ //

۴۔ حضورؐ کی فطرتی پاکبازی اور ذاتی تقویٰ و طہارت اس شان کے ہوں تو آپ عمر بھر کیسے ناپاک ماحول میں رہ سکتے ہیں؟ //

اگر تم یاران نبیؐ پر مشق ستم سے باز نہ آؤ تو جان لو کہ تمہاری آتش ظلم و ستم سے اسلام کا پورے کا پورا گھر بھسم ہو رہا ہے۔ آہ //

تیس آیات کے اس انتخاب کا دلی شکریہ 95

جزاکم اللہ احسن الجزاء //

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی آللّٰہُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ... اَمَّا بَعْدُ!

اہل سنت اور اہل تشیع دونوں اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور دونوں چاہتے ہیں کہ ان اختلافات کی دیواریں گر جائیں۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں اسلام ایک ہی تھا، چوتھی صدی میں شیعہ کی حدیث کی سب سے بڑی کتاب ''کافی کلینی'' وجود میں آئی۔ چوتھی صدی سے پندرہویں صدی تک دونوں دعویداروں کے بہت سے علمی معرکے لگے کہ کسی طرح ہم دونوں ایک ہو جائیں لیکن ایسا نہ ہو پایا۔ آج بھی فریقین کے بہت سے عوام چاہتے ہیں کہ ہم سب ایک ہو جائیں لیکن ایسا ہو نہیں پاتا، اس کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ کوئی ایسی مشکل گھاٹی نہیں جس کو عبور نہ کیا جاسکے۔

شیعہ جس طرح حضرات خلفائے ثلٰثہ کے ایمان کی نفی کرتے ہیں اور اہلِ سنت سے ان کے ایمان کا ثبوت مانگتے ہیں اس کی رو سے ایمان ایک فعل قلبی ہے اور کوئی شخص دوسرے کے دل کی باتوں پر یقینی طور پر مطلع نہیں ہوسکتا جب ایسا نہ ہو پایا تو یہ قوم اختلاف کی ان بارہ صدیوں میں کہیں ایک نہ ہوسکی۔

اس پر یونیورسٹیوں اور مدارس کے طلبہ کی طرف سے ایک بڑا سوال اٹھا کہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ جو جملہ وارد ہے وہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" ہے اور ایمان ہی ایک ایسا فعل ہے جس کے معلوم کرنے کی کوئی قطعی راہ نہیں۔ کئی غیر مسلم یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ مسلمانوں کا خدا کیا علیم وحکیم ہے کہ قرآن میں سب سے زیادہ جس جملے کو وارد کیا اس کے معلوم کرنے کی کوئی راہ مسلمانوں کو ان کے قرآن میں نہیں ملتی۔

انہی کو لاجواب کرنے کے لئے یہ مختصر کتابچہ لکھا جارہا ہے کہ باہمی تصفیہ کے لئے اس

چھپی حقیقت کی بجائے کوئی کھلی بات سامنے لائی جائے جس سے دونوں حلقوں میں کوئی کھلی بات سامنے آ جائے۔ شیعہ دانشوروں نے اس گھاٹی کو عبور کرنے کے لئے تقیہ کرنے کی راہ نکالی اور اب تک شیعہ سنی اختلافات میں جب بھی کوئی ہم آہنگی ہوتی ہے وہ تقیہ کی راہ سے ہی ہوتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ کاغذ کے پھولوں میں کبھی خوشبو محسوس نہیں کی جا سکی۔

نظریات کی بجائے واقعات سے زیادہ پختہ علم ملتا ہے

قرآن کریم میں صرف احکام نہیں واقعات بھی بڑی کثرت سے ہیں، یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم نے واقعات کے ضمن میں کوئی ایسی راہ نہ بتائی ہو جس سے کسی کے ایمان کو جانچا اور پرکھا نہ جا سکے اور پھر اس سوسائٹی میں جس میں صلح و جنگ کے بیسیوں معرکے لگے ہوں اور وہ عرب میں پہلی دفعہ سامنے آئی ہو اور علمی طو. پر ان کے پاس قرآن و حدیث کی لاکھوں ہدایات بھی موجود ہوں وہ ان میں قطعی علم کی کوئی راہ نہ پا سکے۔ اس کے لئے ہم نے مناسب جانا کہ نظریات کی بجائے ہم واقعات کا رخ کریں اور قرآن کی روشنی میں صحابہ کے وقائع حیات پر اس طرح غور کریں کہ یہ کاوش ہمیں کسی درجہ یقین تک پہنچا دے۔

اس میں ہم نے ضروری سمجھا کہ صحابہ کے وقائع زندگی کو ہم تاریخ میں نہیں قرآن کے آئینہ میں دیکھیں اور ہمارے شیعہ احباب بھی اپنی بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی کی تاریخی اصطلاح کی روشنی میں صحابہ کرام کے قرآن میں ذکر کئے گئے ان کے وقائع حیات پر غور کریں تو ضروری نہیں کہ ہم اس گھاٹی کو عبور نہ کر پائیں۔

صحابہ کی سوسائٹی کے۔۔۔ واقعات

① ۔ حضرت اسماء بنت عمیس (۔۔۔ھ) کون تھیں؟ حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کی اہلیہ۔ حضرت جعفر جنگ موتہ میں شہید ہوئے تو ان کی بیوہ نے حضرت ابوبکر ؓ سے نکاح کر لیا۔ حضرت ابوبکر ؓ کی وفات ہوئی تو انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے نکاح کر لیا۔ حضرت فاطمہ ؓ کے ایام علالت میں بھی یہی ان کی خدمت کرتی رہیں۔ ان واقعات کی روشنی میں آپ بھول کر بھی عقیدۂ امامت اور تفضیل ائمہ کی بحثوں میں نہ پڑیں گے اور حضرت ابوبکر اور حضرت

علی ؓ کے مابین کسی طرح کی دشمنی ثابت کرنے کے درپے نہ ہوں گے۔

②۔ اسلام میں نکاح کے لئے مرد اور عورت دونوں کا ایمان پر ہونا ضروری ہے

ماسوائے اہل کتاب کے اسلام میں مؤمن مرد اور مؤمن عورت میں ہی نکاح ہو سکتا ہے۔ مؤمن اور کافر میں نکاح منعقد نہیں ہو پاتا۔

> يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ .....
>
> (پ ۲۸، الممتحنہ ۱۰)
>
> ترجمہ: اے ایمان والو! جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر ان کو جانچ لو، اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو مت پھیرو ان کو کافروں کی طرف نہ یہ عورتیں حلال ہیں ان کافروں کو اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو۔۔۔ (کافر اور مومن میں نکاح ہو نہیں پاتا)

اس آیت کی رو سے اس حکم شرعی کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نکاح کے لئے فریقین کا ایمان پر ہونا شرط ہے۔ قرآن کریم میں یہاں لفظ ایمان وارد ہے اور یہ نہ کہیں کہ فریقین میں اسلام ہی نکاح کے لئے کافی ہے یہاں ایمان کا لفظ ہے اس کے بغیر نکاح اور ذبیحہ کے احکام نہیں چلتے۔

اب اس راہ سے آئیں اور سوچیں کہ حضرت علی ؓ نے اپنے بھائی حضرت جعفر کے شہید ہونے پر ان کی بیوہ کو حضرت ابوبکر ؓ سے نکاح کرنے سے نہ روکا اس سے حضرت ابوبکر ؓ کا ایمان ثابت ہو گیا۔

حضرت عمر ؓ کا حضرت ام کلثوم بنتِ علی ؓ سے نکاح ہوا اس سے حضرت عمر کا ایمان ثابت ہوا۔ حضور ﷺ نے اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ؓ کے نکاح میں دیں اس سے ان کا ایمان ثابت ہوا۔ اب کوئی وجہ نہیں جس سے اثنا عشری شیعہ ان خلفاء ثلثہ کے ایمان کا انکار کر سکیں، یہ صرف مسائل نہیں واقعات ہیں۔ یہ راہ ہے جس سے حقائق معلوم کرنا

بہت آسان ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ نظریات کی بجائے واقعات زیادہ اوقع فی النفس ہوتے ہیں۔ سو یہ وہ راہ ہے جس سے اہلِ سنت اور شیعہ آپس میں ایک دوسرے کے بہت قریب ہو سکتے ہیں اور اسلام کے دو دعویداروں میں اختلاف کی دیواریں یکسر گر جاتی ہیں۔

قرآن کریم میں صرف صحابہ کے حالات و واقعات نہیں گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی ہزاروں معرکے مذکور ہیں۔ قرآن کا مطالعہ کرنے والے کو ان کی رو سے بھی ہزاروں اصول و فروع ملتے ہیں اور ان کو ایک ترتیب سے جمع کرنے سے اصول کی بیسیوں کتابیں مرتب ہو جاتی ہیں۔ پھر ان آیات کی اپنے موضوع پر دلالتوں کے بھی کئی پیرائے ہیں وہ عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص اور اقتضاء النص سے لاتعداد قرآنی مسائل سامنے لا رہی ہیں۔

اس پسِ منظر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کچھ اپنے وقائع زندگی جو حضور اکرم ﷺ کی اس دنیوی زندگی میں واقع ہوئے اس طرح قارئین کے سامنے لائیں کہ قرآن کی روشنی میں ان کے ایمان و عمل کے کچھ خاکے شمس النہار کی طرح عوام کے سامنے آ جائیں اور اہلِ سنت اور اہلِ تشیع میں یہ روز روز کی بحثیں، جلسے اور مناظرے یکسر ختم ہو جائیں۔

سرِ دست ہم تیس آیات کا ایک مرقع ان کے ترجمہ کے ساتھ بغیر کسی تفسیری بحث کے پیش کر رہے ہیں ان کے بعد ایک دو صفحوں میں آپ ان تیس آیات کا حاصل بھی پڑھ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو عقل و فہم سے محروم نہیں کیا تو قرآن کی روشنی میں صحابہ کرامِ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا پورا تاریخی نقشہ سامنے نظر آ جائے گا اور ان کے بارے میں جو غلط فہمیاں اب تک پھیلائی گئی ہیں ان سب کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں مختلف علمی موضوع

فضائل صحابہ، مقامِ صحابہ، عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے تاریخی وقائع یہ سب علیحدہ علیحدہ موضوع ہیں۔ راقم الحروف اپنے طویل تجربہ کی روشنی میں اس دور میں ان سب سے زیادہ اہم مقامِ صحابہ کا بیان سمجھتا ہے اس وقت تین دینی جماعتیں ہیں جن کا علمِ حدیث ایک ہے اور وہ اہلِ

حدیث، دیوبندی اور بریلوی ہیں۔ اگر وہ اپنے ہاں اپنے مدارس میں اپنی مساجد میں اور اپنے گھروں میں مقامِ صحابہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں نکھار کر سامنے لے آئیں اور اسے عام بیان کرتے رہیں تو شیعہ کی چوتھی صدی ہجری سے پندرھویں صدی ہجری تک عوامی حلقوں میں لگائی ہوئی فتنہ وفساد کی آگ یکسر بجھ جائے گی۔

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی

اس پر راقم الحروف عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس مختصر کتاب کا پیش لفظ ختم کرتا ہے۔ وقت نے مساعدت کی تو اگلے اڈیشن میں دس اور آیات کا اضافہ بھی کیا جائے گا۔ مذکورہ تین جماعتوں سے دردمندانہ اپیل ہے کہ اس دور میں اپنی نئی نسلوں کو مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر لاکر اور سمجھا کر باہمی اشتراک عمل سے بہرہ مند فرمائیں۔

والسلام خیر الختام

* * *

عظمت الاصحاب فی بیان ام الکتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط آللّٰہُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ... اَمَّا بَعْدُ!

حضور ﷺ کی بعثت پر عرب سے نئی قوم اٹھی اور دیکھتے دیکھتے وہ سارے عرب پر چھا گئی اور اب قیامت تک وہی ایک امت چلے گی، نہ کوئی اور نبی پیدا ہوگا اور نہ کوئی اور امت بنے گی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اور امت نہیں۔

انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم (سنن ابن ماجہ ص ۹۷)

ترجمہ: میں نبیوں کا آخری ہوں اور تم آخری امت ہو۔

قرآن کریم میں اس امت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ خیر امت ہے جو آئندہ کے لوگوں کی دینی پیشوائی کے لئے لائی گئی ہے۔ اس آیت میں اس امت کو پہلی امتوں کے تقابل میں خیر امت نہیں کہا گیا، یہ خیر امت اس امت کا پہلا طبقہ ہیں جنہیں ”صحابہ کرام“ کہا جاتا ہے۔ ان سے اگلے تابعین اور ان کے پیچھے آنے والے تبع تابعین ہیں۔ حضور ﷺ نے ان پہلوں اور اگلے آنے والوں کے بارے میں فرمایا:

ھما جمیعا من ھذہ الامۃ. یہ پہلے اور پچھلے دونوں اسی امت کے لوگ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا فارسی ترجمہ یہ لکھتے ہیں:

ہستید شما بہترین امتے کہ بیرون آوردہ شد برائے مردماں

مولانا عبدالماجد دریابادی کنتم خیر امۃ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

خطاب امت محمدی اور ملت اسلامی سے ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پر لکھتے ہیں:

ابن کثیر نے ایک تیسرا مطلب آیت کا بیان کیا ہے۔ احقر کو وہ پسند ہے۔ یعنی ہر

امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقربین جس کثرت سے ہوئے ہیں، پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی۔ کما قال ﷺ "خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" ہاں اگر ابوبکرہ کی حدیث صحیح ہو جیسا کہ روح المعانی میں ہے تو ظاہر ہے وہ ہی مطلب متعین ہوگا۔ (ص ۷۰۶ طبع سعودی عرب)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی بھی کنتم خیر امۃ میں اسے پچھلی امتوں کے مقابلے میں نہیں لاتے اسی امت کی (پہلی) جماعت قرار دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

(اخرجت للناس) (ص ۵۷)

پچھلی امتوں میں کہیں کوئی ایسی جماعت نظر نہیں آتی جو خود منبع ہدایت ہو۔

مولانا فتح محمد خاں جالندھری بھی یہی کہتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب مؤمنوں سے ہے جو اس وقت ایمان لائے تھے:

(مؤمنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو۔ (ص ۱۰۲، تاج کمپنی)

قرآن کریم میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ بہت سے اگلے لوگوں میں سے ہوں گے اور پچھلے لوگوں میں بہت کم ہوں گے:

أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○
وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○

ترجمہ: وہی (خدا کے) مقرب ہیں۔ نعمت کے بہشتوں میں۔ وہ بہت سے تو اگلے لوگوں (پہلے لوگوں) میں سے ہونگے اور تھوڑے پچھلوں میں سے

(ص ۸۶۹)

ترجمہ حضرت شیخ الہند:

انبوہ ہے پہلوں میں سے اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں سے (ص ۷۰۹)

ان سب کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ایمان کا اظہار کرنے والوں میں بڑا گروہ ایمان لانے والوں کا ہوگا اور اندر سے ایمان نہ رکھنے والے منافق قسم کے لوگ اپنی گنتی میں بہت کم ہوں گے۔

اسی حقیقت حال کا یہ اثر ہے کہ برِصغیر پاک و ہند کے قم یا نجف اشرف کے مجتہدین جب کبھی مشترکہ مجالس میں سنے جاتے ہیں تو ہمیں بڑا بھائی کہہ کر ذکر کرتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہم ہے ہی تعداد میں زیادہ۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم اسے اس عنوان سے سامنے لائیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جب سے شیعہ گروہ موجود ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک یہ اپنی گنتی میں ہمیشہ ایک اقلیت کے طور پر ہی پائے گئے ہیں۔ ایران بھی اپنی پہلی فتح میں ایک سنی سلطنت ہی تھی، حضرت عمر ؓ نے اسے فتح کیا تھا، یہ صفوی دور میں ایک شیعہ حکمران عباس صفوی کے ہاتھوں ایک شیعہ سلطنت بنی تھی۔

اب ان کے حسبِ حال یہ عنوان ایک حقیقت قائمہ نظر آتا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی راہ ہے۔ یہی سنۃ قائمہ ہے جس پر آج تک اہلِ سنت قائم چلے آ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرما گئے:

العلم ثلثة فما وراء ذٰلك فهو فضل: آية محكمة وسنة قائمة وفريضة عادلة (سنن ابن ماجہ ص ۶)

ترجمہ: علم تین ہیں ان کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ فضول اور ضرورت سے زائد ہے، ۱۔ محکم قرآن، ۲۔ سنت قائمہ (حضور ﷺ کا وہ عمل جو منسوخ نہ ہوا اب تک قائم رہا)، ۳۔ فریضہ عادلہ۔ (جو کتاب و سنت کے برابر لازم ہے اور انہی سے مستنبط ہے، اسے فقہ بھی کہا جا سکتا ہے)

تاریخِ اسلام میں جہاں بھی لفظ مسلم وارد ہوگا اس سے مراد اہلِ سنت ہی لئے جاتے ہیں، کسی شیعی پر بولا جائے تو اس کی تصریح ہوگی۔ عامۃ المسلمین سے ہمیشہ سنی ہی مراد لئے جاتے ہیں اور اکثریت ہمیشہ انہی کی رہی ہے اور انہی کی رہے گی۔

مجالس المؤمنین

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○

دعویٔ ایمان رکھنے والوں میں یہ چند افراد ہیں جو بطور منافق اپنا کام کرتے رہے یا تقیہ کی چادر اوڑھے رہے اور مسلمانوں کا جو انبوہ ہمیشہ صف اسلام بنا رہا یہ وہی ہیں جو قرآن کریم میں ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ کا نشان پا گئے، یہ پہلے لوگوں میں سے بہت ہیں۔ بڑے بھائیوں کا پھر بھی ان پر احسان رہا کہ وہ ان سے اپنے لئے ہمیشہ بڑے بھائی کا لفظ ہی سنتے رہے۔

اندر سے جو لوگ ایمان سے محروم اور منافقت میں رہے

پندرہ بیس ناموں میں سے یہ چند نام سن لیجئے:

عبداللہ بن ابی سلول، ابو عامر، ثعلبہ حاطب، خذام بن خالد، معتب بن قشیر، ابوحبیبہ بن الازعر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر اور اس کے بیٹے مجمع بن جاریہ و زید بن جاریہ۔

ہم یہاں یہ تیس آیات اردو تراجم کے ساتھ ہدیہ قارئین کئے دیتے ہیں، ازاں بعد ان مضامین کی اپنے اپنے عنوانوں سے کچھ وضاحت کردی جائے گی۔

واللہ ھو الموفق لما یحبہ ویرضیٰ بہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

قرآن کریم میں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے اپنے ایمان کی کھلی تصدیق پانے والے

①۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ (پ ۴، آل عمران ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو (اس امت کے بہترین لوگ ہو) جو لائے گئے آگے لوگوں کی پیشوائی کے لئے۔ تمہارا ہر امر معروف ہے اور ہر نہی منکر اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔۔۔

اس میں ان سب کے ایمان کی تصدیق ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

②۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (پ ۲۸، المجادلہ ۲۲)

ترجمہ: ان کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے ایمان اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے اور وہ داخل کرے گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ـــــ ہمیشہ رہیں گے ان میں ـــــ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، وہ گروہ ہیں اللہ کا۔ خبردار رہیں! جو گروہ ہے اللہ کا وہی ہیں اپنی مراد کو پہنچنے والے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون تھے؟

③۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔۔۔

(پ ۴، آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ: اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے۔ پھر تم کو بچایا اس (اللہ) نے اس آگ میں گرنے سے۔۔۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

④۔ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

(پ۲۶، الحجرات ۷، ۸)

ترجمہ: اور جان لو کہ تم میں رسول ہے اللہ کا، اگر وہ تمہاری ہر بات مان لیا کرے بہت کاموں میں تو تم پر بہت مشکل پڑے، پر اللہ تعالیٰ نے محبت ڈال دی تمہارے دلوں میں ایمان کی اور کھبا دیا اس کو تمہارے دلوں میں، پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں نفرت ڈال دی کفر اور گناہ اور نافرمانی کی۔ وہ لوگ ہیں راشدین نیک راہ پر، اللہ کے فضل سے اور احسان سے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمتوں والا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑤۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○

(پ۲۶، محمد ۲)

ترجمہ: اور جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام اور مانا اس کو جو اترا محمد پر اور وہ ہے حق ان کے رب کی طرف سے اور سنوارا ان کا حال۔

اس میں اس قرآن کی تصدیق ہے جو حضور ﷺ پر اترا اور اسے آپ کے کاتبین نے لکھا اور اسے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے یہ کتابی صورت دی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑥۔ وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ۲۸، الحشر ۱۰)

ترجمہ: واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد اور کہتے ہیں اے رب بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا۔ اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑦۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ...

(پ ۱۱، التوبہ ۱۰۱)

ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں جو لوگ پہلے ہیں اور جو لوگ ان دونوں کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ رہیں ان میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی کامیابی۔

اور بعض تمہارے گرد کے گنوار (بدو) منافق ہیں اور بعض لوگ مدینہ کے بھی، وہ اڑ رہے ہیں نفاق پر آپ انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں (وہ منافق ہیں)

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑧۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسے لوگوں کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اللہ کو چاہتے ہیں۔ نرم دل ہیں مسلمانوں پر اور زبردست ہیں کافروں پر، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور پرواہ نہیں کرتے کسی ملامت کرنے والے کی، یہ فضل ہے (ان پر) اللہ کا دیتا

ہے جسے چاہے اور وہ بہت وسعت والا ہے اور خبر والا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑨۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (پ۱۸، النور ۵۵)

ترجمہ: وعدہ ہے اللہ کا ان لوگوں سے جو ایمان والے ہیں اور بھلے عملوں والے، اللہ انہیں ضرور خلافت دے گا ان کو زمین میں ـــــ جیسے اس نے پہلے لوگوں کو بھی خلافت دی اور جما دے گا ان کے لئے ان کا دین جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کر لیا اور دے گا ان کو ڈر کے بدلے میں امن۔ میری بندگی کریں گے، شریک نہیں کریں گے میرا کسی کو، اور جو کوئی ناشکری کرے گا بعد اس کے وہ لوگ ہوں گے نافرمان۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟

⑩۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ: اور چاہیے تم میں رہے ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کاموں کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کرتے رہیں برائی سے (برے کاموں سے) اور وہی پہنچنے والے ہیں اپنی مراد کو۔

⑪۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَاۗءَهٗ ۤ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَاۗءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے انہیں ایمان لاؤ اس پر جو اللہ نے اتارا ہے (یعنی

قرآن) تو وہ کہتے ہیں ہم اپنی کتابوں پر تو ایمان رکھتے ہیں اور نہیں مانتے جو اس کے سوا ہے۔ حالانکہ وہ کتاب (قرآن) سچی ہے، تصدیق کرتی ہے ان پہلی کتابوں کی۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟

⑫۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

(پ ۱، البقرہ ۱۳۷)

ترجمہ: سو اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو بیشک انہوں نے ہدایت پالی اور اگر وہ پھر جائیں (نہ مانیں) تو پھر ہیں وہ ضد پر سو اب کافی ہے ان کو اللہ تمہاری طرف سے اور وہی ہے سننے والا اور جاننے والا۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟

⑬۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ (پ ۱۵، الکہف ۲۸)

اور آپ اپنے آپ کو انہی لوگوں کے ساتھ لگائے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا کے لئے —— اور نہ دوڑیں آپکی آنکھیں انہیں چھوڑ کر کسی اور طرف (یہ سب ایمان رکھنے والے آپ کے ہی تو کلمہ گو ہیں ان کے ایمان کا کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا)

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑭۔ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (پ ۱، البقرہ ۵)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپکی طرف (یعنی قرآن) اور اس پر جو نازل ہوا آپ سے پہلے اور وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں وہی

لوگ ہیں ہدایت پر (ایمان پر) اپنے رب کی طرف سے اور وہی ہیں اپنی مراد کو پہنچنے والے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑮۔ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ....ؕ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ.... (پ۲۹، المزمل ۲۰)

ترجمہ: بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کھڑا ہوتا ہے (نماز میں) نزدیک دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور تہائی رات کے اور تیری معیت (تیرے ساتھ) کے لوگ (تیرے صحابی) اور اللہ جانتا ہے رات کو اور دن کو۔۔۔ اور کتنے لوگ ہیں جو پھر رہے زمین پر اللہ کے فضل کو تلاش میں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑯۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ ...... تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ.... (پ۲۶، الفتح ۲۹)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں (یعنی صحابہ) آپ دیکھیں انہیں رکوع میں اور سجدہ میں۔ ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا — نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے (پیشانی پر) سجدہ کے اثر سے۔۔۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟

⑰۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (پ۱۷، الحج ۳۷)

ترجمہ: اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دلوں کا تقویٰ، اسی طرح ان جانوروں کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی

پڑھواس بات پر کہ تم کوراہ سجھائی (راہ بتادی) اور بشارت سنا، نیکی کرنے والوں کو۔ (مقامِ احسان پر پہنچے ہوؤں کو)

⑱۔ اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَھَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ○

(پ ۱۷، الحج ۴۱)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں تمکین دیں (جماؤ دیں) تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کاموں کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر ہر کام۔

⑲۔ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ○ الَّذِیۡنَ ھُمۡ فِیۡ صَلَاتِھِمۡ خٰشِعُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ لِفُرُوۡجِھِمۡ حٰفِظُوۡنَ ○

(پ ۱۸، المؤمنون ۱۔ ۵)

ترجمہ: کام نکال لے گئے ایمان والے، جو اپنی نمازوں میں جھکنے والے ہیں، جو لوگ نکمی اور لغو بات کی طرف دھیان نہیں کرتے، اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں، اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامے رکھتے ہیں۔

⑳۔ وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَھِیۡدًا ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَۃَ الَّتِیۡ کُنۡتَ عَلَیۡھَاۤ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ یَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ مِمَّنۡ یَّنۡقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیۡہِ ؕ ...... وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیۡعَ اِیۡمَانَکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ○

ترجمہ: اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ تم ہو گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہ ــــ اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ ہم جانیں کہ کون تابع رہیگا رسول کا اور کون پھر جائے گا اپنے الٹے

پاؤں ۔۔۔۔۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا ایمان، بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق ـــــ نہایت مہربان ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان:

㉑۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ ... (پ۲۶، الفتح ۱۸)

ترجمہ: تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب وہ بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے پھر اس نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے، پھر اتارا اس نے (اللہ نے) ان پر سکون اور انعام میں دی ان کو ایک فتح نزدیک اور بہت سی غنیمتیں جن کو وہ لیں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان:

㉒۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ... (پ۲۶، الفتح ۱۰)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ تجھ سے بیعت کر رہے ہیں بیشک وہ بیعت کر رہے ہیں اللہ سے، اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان:

㉓۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ○ (پ۱۵، الکہف ۶)

ترجمہ: اور آپ کہیں اپنی جان کو گھونٹ نہ ڈالیں ان کے پیچھے اگر وہ نہ مانیں اس بات کو پچھتا پچھتا کر۔ ہم نے بنایا ہے جو کچھ ہے زمین پر اس کی رونق تا جانچیں کہ کون ان میں اچھا عمل کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا احسن عملا سے کون لوگ مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احسنکم عقلا و اورعکم عن محارم اللہ واسرعکم فی طاعتہ

سبحانہ (جس کی سمجھ اچھی ہو حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپٹے) صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس وقت یہی وضع تھی، منکرین اس طرف نہ آئیں تو آپ اس غم میں اپنے آپ کو بالکل نہ گھلائیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں کوئی نہ مانے تو آپ غمگین نہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو گھلایا نہ تو اس لئے کہ وہ آپ کی باتیں مان گئے تھے اور ماننے والوں کی حالت وہ ہو چکی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو بتلا دی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان:

(۲۴)۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟

(پ ۳، البقرہ ۲۰۵)

ترجمہ: ایمان لایا رسول اس پر جو اتارا گیا اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور تمام ایمان لانے والوں نے بھی۔ سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے سب رسولوں کو اور ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کو باہر نہیں کرتے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ○

(پ ۲۶، الفتح ۲۷)

ترجمہ: اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیقی۔ کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں۔ اگر اللہ نے چاہا آرام سے حلق کرتے یا قصر، بے کھٹکے، پھر جانا اس نے وہ جو تم نہیں جانتے پھر مقرر کر دی اللہ نے اس سے ورے ایک فتح قریب۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف مراتب:

(۲۵)۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (پ ۲۷، الحدید ۱۰)

ترجمہ: برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا (اللہ کی راہ میں) فتح مکہ سے پہلے اور جنگ کی (اللہ کی راہ میں)، ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو خرچ کریں ان کے بعد اور جنگ کریں (اللہ کی راہ میں) اور (ان کے بعد) سب سے وعدہ کیا اللہ نے جنت کا (حسنیٰ کا) اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف مراتب:

㉖۔ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (پ ۵، النساء ۷۴)

ترجمہ: سو چاہئے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے میں اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب آئے تو ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف مراتب:

㉗۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ .... (پ ۲۶، الفتح ۲۷)

ترجمہ: بیشک اللہ نے سچ دکھلایا اپنے رسول کو خواب تحقیقی ـــــ کہ تم داخل ہو کر رہو گے مسجد حرام میں اگر چاہا اللہ نے آرام سے ---

㉘۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ .. (پ ۵، النساء ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے اس نے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس

کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پردہ بہک کر دور جا پڑا۔

㉙۔ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا.... قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ○

(پ۲۹، المدثر ۴۴)

ترجمہ: اور ان کو جو گنتی رکھی ہے سو جانچنے کو منکروں کے تاکہ یقین کر لیں وہ لوگ جو اہل کتاب ہیں اور بڑھے ایمان والوں کا ایمان۔۔۔۔۔ اور وہ بولے ہم نہ تھے نماز پڑھنے والوں کے ساتھ اور نہ تھے کھانا کھلاتے مسکین کو۔ (محتاج کو)

㉚۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا○ (پ۳۰، النصر)

ترجمہ: جب پہنچے مدد اللہ کی اور مکہ فتح ہو جائے اور تو دیکھے لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہوتے جوق در جوق۔۔۔ (فوج در فوج)

اس آیت پر حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (۱۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

> یہ سورت اتری، آخر عمر میں حضرت نے جانا کہ میرا جو کام تھا دنیا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا، یہ آخری درجے میں ایمان لانے والوں کی خبر ہے، ان کے بارے میں بتایا گیا کہ لوگوں کا اسلام میں داخلہ فوجی طور پر ہوگا یہ اس وقت ایمان لانے والے سب صحابی تھے۔ قرآن کریم کی آخری سورت (سورت نمبر ۱۱۴) میں یہ سب صحابہ کے ایمان پانے کی خبر ہے یوں سمجھئے کہ سارا جزیرہ عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا۔ حضور ﷺ کی سب امت مؤمن ـــ منافق کوئی کوئی۔

کیا اب بھی مکہ مکرمہ کے اکثر لوگوں کے داخل صفِ اسلام ہونے میں کوئی شبہ ہوسکتا ہے۔ صحابہ کرام کے ایمان پر قرآن کریم کی یہ تیس آیات ان کی عظمت پر پورے یقین اور تواتر سے خبر دے رہی ہیں۔ اسلام میں قمری مہینہ تیس دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا ہم ان مؤمنین کرام

کے ایمان پر ان تیس آیات سے شہادت لاچکے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی اندرونی حالت:

ایمان ایک فعل قلبی ہے جسکی بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو خبر نہیں، مؤمن اور منافق کے دلوں کا حال اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں لیکن صحابہ کے ایمان کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انہیں بار بار یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر اس تواتر سے خبر دی ہے کہ اب اس میں کسی کو شک اور تردد نہیں ہوسکتا۔ اہلِ خبر کے ہاں سب سے زیادہ یقینی خبر کا نام ہی خبر متواتر قرار پایا ہے۔ اس تواتر سے قرآن کریم میں اور کسی حکم کی تصدیق نہیں ملتی۔ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا۔ اس سے بڑھ کر اس کی تصدیق اور کیا ہوسکتی ہے؟

قرآن کریم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی اس حالت پر ان تیس آیات میں مختلف پیرایوں میں ان کے ایمان کی خبر دی گئی ہے علمی دنیا میں معانی الفاظ سے ہی اخذ کئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان پر کچھ ایسے الفاظ ملتے ہیں کہ ہم ان الفاظ پر مزید غور کئے بغیر اس موضوع پر آگے نہیں چل سکتے۔ مثلاً:

۱۔ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ، ۲۔ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ، ۳۔ ان کی کفر وفسق سے طبعی کراہت اور ایمان کی طبعی رغبت، گویا ان کی طبیعت شریعت ہوچکی، ۴۔ ان کی حضور ﷺ کی نماز میں شرکت و معیت، ۵۔ ان کی حضور ﷺ کے ایمان میں شرکت، ۶۔ ان کا حضور ﷺ کی معیت میں حرم کعبہ میں داخل ہونا، ۷۔ ان کی حضور ﷺ پر اتری آیات پر ایمان ہونے کی تصدیق، ۸۔ ان کی نمازوں میں اللہ کے فضل و رضوان کی طلب، ۹۔ حضور ﷺ کے ساتھ حج کرنے والوں کے تقویٰ کی اللہ کے ہاں قبولیت، ۱۰۔ اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی، ۱۱۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے خلاف اٹھنے والوں سے اللہ کی محبت کا اظہار، ۱۲۔ زمین پر خلافت اور تمکین پانے والے، ۱۳۔ خیر کی دعوت میں اٹھنے والے خوش قسمت، ۱۴۔ پہلوں کو بعد میں آنے والوں کے لئے معیار ایمان قرار دیا جانا، ۱۵۔ دوسروں کے لئے ایمان کی سند بننا، ۱۶۔ صبح و شام خدا کو پکارنے والے، ۱۷۔ ان کے ایمان کی خواہش

میں حضور ﷺ کا اپنی جان کھپانے کا خطرہ، ۱۸۔ حضور ﷺ پر اتری وحی اور پہلے نبیوں پر اتری وحی پر ایمان رکھنے والے، ۱۹۔ حضور ﷺ کی نماز میں ساتھ شامل ہونے والے ایمان دار، ۲۰۔ حضور ﷺ سے درخت تلے بیعت کرنے والے حضرات، ۲۱۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ، ۲۲۔ حضور ﷺ کے ساتھ تمام مؤمن بہ امور میں شرکت پانے والے، ۲۳۔ اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول کو اس کا خواب کہ تم ضرور داخل ہوگے مسجد حرام میں، ۲۴۔ حضور ﷺ کی معیت پانے والوں کی نماز کا نقشہ، ۲۵۔ زمین پر قابو اور تمکنت پانے والوں کی ایمانی شانِ عمل، ۲۶۔ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کی نماز اور عفت کا نقشہ، ۲۷۔ حضور ﷺ پر ایمان لانے والے اگلوں کے لئے دین کے گواہ، ۲۸۔ ایمان لانے والوں کے لئے ایمان میں اور آگے بڑھنے کا حکم، ۲۹۔ ایمان والوں کے لئے ایمان میں اور بڑھنے کا عمل، ۳۰۔ فتح مکہ پر لوگوں کا فوجی پیرائے میں صفِ اسلام میں آنا اور حضور ﷺ کا اس فتح عظیم کو دیکھنا۔

ان تیس پیرایوں میں صحابہ کے ایمان کی اندر کی حالت تاریخ کا وہ آئینہ ہے جس میں ہر مؤمن کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت شان کھلے طور پر نظر آرہی ہے۔

①۔ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ:

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے بارے میں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو زینت دی ہے۔ زینت کہاں اترتی ہے؟ ظاہر پر۔ جیسے ہم کہیں خوبصورت چہرہ، رنگیں کپڑا۔ صحابہ کے ایمان کے بارے میں یہ جو کہا گیا کہ ایمان ان کے دلوں میں اتار دیا گیا یہ ان کے ایمان کے اندر کی خبر دی گئی ہے۔ قرآن کریم نے جو یہ ان کے اندر کی بات بتائی پہلے اس کا اردو ترجمہ دیکھ لیں اس سے آپ کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ یہ ظاہر کی بات نہیں ہے ان کے اندر کی بات ہے۔

وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ.. (پ۲۶، الحجرات ۷)

اور کھبا دیا اس کو تمہارے دلوں میں (ترجمہ حضرت شیخ الہند ص ۶۸۵)

اسے تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا۔ (ترجمہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی ص ۱۰۳۱)

اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا۔ (ترجمہ مولانا فتح محمد خاں جالندھری ص ۸۳۹)

اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۷۴۶)

سورہ الحجرات کی اس آیت کے یہ مختلف تراجم زینت کے معنی ظاہر کی خوبصورتی نہیں کر رہے، یہ دلوں کے اندر ایک اندر گھسی بات کا پتہ دے رہے ہیں۔ اس سے پہلے یہ بات نہایت روشن پیرائے میں کہہ دی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کے دلوں کا امتحان ہو چکا اور ان کے لئے ایمان اب ان کے دلوں کی زینت بن چکا۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى یہی وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے۔ اب بھی کیا ان کے خالص ایمان میں کسی کو کوئی شبہ ہو سکتا ہے؟ کند سے کند ذہن بھی اب ان کے ایمان میں کسی شک کو راہ نہیں دے سکتا۔

تفسیر القرآن بالقرآن

سورہ المجادلہ میں ان کے دلوں کی اندرونی حالت ان آیات میں بھی ذکر کی گئی ہے:

أُولَٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

(پ ۲۸، المجادلہ ۲۲)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ثبت کر دیا ہے اور انہیں فیض سے قوت دی ہے۔

''پر'' اور ''میں'' ۔ میں فرق

اوپر اوپر لکھا جائے تو اس کا صلہ ''پر'' آئے گا اور اندر لکھا جائے تو اسے ''میں'' سے بیان کریں گے۔ اس آیت میں صحابہ کے ایمان کو ''پر'' سے نہیں ''میں'' سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ الہند کا یہ ترجمہ اوپر آپ دیکھ آئے ہیں: ''کھبا دیا'' یہ کھبا دینا کیا ہے؟ یہ سطح پر لکھنا نہیں، یہ اس کے اندر نقش کرنا ہے جیسے سکہ پر الفاظ نقش کئے جائے ہیں الفاظ اس میں کھبے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسے انگریزی میں engraved (کھودے ہوئے) بھی کہا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک میں یہ حقیقت اتنے مختلف پیرایوں میں لکھی ملتی ہے کہ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان کے گہرا

اترنے کا کسی صورت میں انکار نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بار بار یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر ان کے اندرونی ایمان کی پوری تصدیق کر دی ہے۔

اس آیت میں ان الفاظ کے مقابل کے الفاظ پر بھی غور کیجئے

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ
اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○
(پ ۲۶، الحجرات ۷)

ترجمہ: پھر اللہ نے محبت ڈال دی (تمہارے دلوں) ایمان کی اور کھبا دیا اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دلوں میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی، وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر، اللہ کے فضل سے اور احسان سے۔

اس آیت میں ان کی ایمان کی طرف طبعی رغبت اور کفر و گناہ سے طبعی نفرت کا بیان ہے۔ ایمان جب دل میں طبعی پیرائے میں جلوہ گر ہو تو ناممکن ہے کہ ان کا کفر و گناہ کی طرف طبعی میلان ہو پائے۔

اس کی مثال مٹھائی اور مکھی سے دی جا سکتی ہے، مٹھائی کی رغبت اور مکھی سے نفرت ہر صحیح فطرت انسان کو ہوتی ہے۔ اگر یہی صورت ایمان و عمل اور کفر و گناہ کے بارے میں کسی انسان کے دل میں پیدا ہو جائے تو اس کی طبیعت اور شریعت ایک ہو جاتی ہے۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی طبعی رغبت اور کفر و گناہ سے طبعی نفرت پا چکے تھے۔ وہ کتنے خوش قسمت حضرات تھے جن کی طبیعت اور شریعت ایک ہو چکی تھی۔ ایمان ان کے لئے کوئی دکھاوے کا عمل نہ تھا، یہ ان کی طبعی فطرت تھی۔

یہی لوگ اللہ کا گروہ کہلائے

وہی حضرات جن کے بارے میں کہا گیا: اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ۔۔

وہی قرآن کریم میں اللہ کا گروہ کہلائے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ

اللّٰہِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (پ ۲۸، المجادلہ ۲۲)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی، وہ لوگ ہیں گروہ اللہ کا، خبردار وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

ان کا اللہ سے راضی ہونا تبھی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے چاہا ہو کہ وہ اس سے راضی ہو پائیں۔

یہ بات قرآن کریم میں صرف حضور ﷺ کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو وہ کچھ دے گا کہ آپ اس سے (اللہ سے) راضی ہو جائیں۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○

(پ ۳۰، والضحیٰ)

ترجمہ: اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا، بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم پھر جگہ دی۔۔۔

قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جہاں بھی ''رضی اللہ عنہ'' کے ساتھ ''ورضوا عنہ'' کے الفاظ ہیں۔ وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی اسی اونچی حیثیت کا اظہار ہے۔ دیکھئے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

(پ ۷، المائدہ ۱۱۹)

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔۔۔

(پ ۱۱، التوبہ ۱۰۰)

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ۔۔۔

(پ ۲۸، المجادلہ ۲۲)

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ○

(پ ۳۰، البینہ ۸)

اللہ کا گروہ ہے ہی وہ جو اس کے لئے ہر ایک سے لڑے

حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) اللہ کا گروہ ہونے کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگرچہ باپ بیٹے ہوں وہ ہی سچے ایمان والے ہیں، ان کو یہ درجے ملتے ہیں۔

اس پر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی شان یہ ہی تھی کہ اللہ اور رسول کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی، اسی سلسلہ میں ابوعبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ جنگ ''احد'' میں ابوبکر صدیق اپنے بیٹے عبدالرحمن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہو گئے، مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو، عمر بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، علی بن ابی طالب، حمزہ، عبیدۃ بن الحارث نے اپنے اقارب عتبہ، شیبہ، اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ نے جو مخلص مسلمان تھے، عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ (ﷺ) حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کروں۔ آپ (ﷺ) نے منع فرما دیا۔ فَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ورزقنا الله حُبَّهُمْ واتباعهم واماتنا عليه۔ آمین۔

(ص ۷۲۳ طبع سعودی عرب)

③۔ ان کی طبیعت شریعت ہو چکی تھی

یہ انتہائی اونچا مقام ہے کہ جو شریعت چاہے وہ ان کی طبیعت بن جائے۔ اسلام میں شراب آہستہ آہستہ حرام ہوئی لیکن حضور ﷺ نے اسے بچپن میں بھی کبھی نہ چھوا تھا، جب کبھی کوئی اس کی رغبت دلاتا آپ یہی کہتے تھے پسند نہیں، وجہ یہ تھی کہ آپ کی طبیعت اور شریعت ایک تھی، جس نے بعد میں حرام ہونا تھا حضور ﷺ کی طبیعت میں پہلے ہی سے اس کی نفرت تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی ملتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں آپ نے بھی کبھی شراب کی رغبت نہ کی نہ منہ لگایا۔

ایمان کے بارے میں قرآن کریم نے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی طبیعت یہ بتلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتلایا۔

قرآن کریم کے حَبَّبَ اِلَیۡكُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَ كَرَّهَ اِلَیۡكُمُ الۡكُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ (پ۲۶، الحجرات ۷) کے یہ الفاظ کیا یہ خبر نہیں دے رہے کہ ان سب کی طبیعت شریعت بن گئی تھی، اسے حکم کے طور پر نہیں خبر کے طور پر صیغہ ماضی سے بیان کیا اب انہیں معصوم نہ سہی محفوظ ماننے سے تو کوئی چارہ نہیں رہتا۔

② ۔ ان کی حضور ﷺ کی نماز میں شرکت اور معیت

حضور اکرم ﷺ کو نماز کا پہلا حکم یہ دیا گیا تھا:

> یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ○ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ○ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ ... (پ۲۹، المزمل)
>
> ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے! کھڑا ہو رات کو (نماز میں) مگر کسی رات، آدھی رات یا اس میں سے کم کر دے، تھوڑا سا یا زیادہ کر اس پر۔۔۔

یہ حکم الٰہی حضور ﷺ کو تھا لیکن امتوں کے لئے یہ راہ عمل رہی ہے کہ وہ پیغمبروں کی اطاعت کریں اس حکم الٰہی کی تعمیل میں رات کو پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم (پہلے ساتھ لگنے والے) بھی حضور ﷺ کے ساتھ آ کھڑے ہوئے۔ اس نماز کی کیا شان ہوگی جس میں حضور ﷺ کی نماز میں کئی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوں گے۔ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

> اِنَّ رَبَّكَ یَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَیۡكُمۡ.... (پ۲۹، المزمل ۲۰)
>
> ترجمہ: بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کھڑا رہتا ہے (نماز میں) دو تہائی رات کے قریب، اور آدھی رات، اور تہائی رات، کتنے لوگ تیرے ساتھ کے اور اللہ ماپتا ہے رات کو اور دن کو (دن رات چھوٹے بڑے بھی ہوتے ہیں) اس نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے تو تم پر معافی بھیج دی۔۔۔

سورہ المزمل کی پہلی آیت میں نماز کا حکم تھا اس کی بیسویں آیت میں اس پر آپ کے عمل

کی تصدیق ہے، بے شک اللہ جانتا ہے کہ اس پر آپ عمل کر رہے ہیں۔ آپ پر پہلے ایمان لانے والوں کے ایمان و عمل کی بھی اس میں اللہ کی طرف سے تصدیق کی جا رہی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی نماز میں شریک ہوتے تھے۔

..وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ..

یہ پچھلے دور کے لوگ اگر حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نہیں تھے تو اور کون تھے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ایمان اور عمل کی تصدیق ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی شان اس دنیا میں ان سے اس طرح ابھری جس طرح کھیتی پہلے اپنا پٹھا نکالتی ہے پھر اس کی کمر مضبوط ہوتی جاتی ہے اور اس کا پٹھا اپنی نال پر کھڑا ہو جاتا ہے، کھیتوں والے پھر اس پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے دشمن اسے دیکھ کر جلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان پہلے دور کے مسلمانوں کے ایمان و عمل کی اس طرح تصدیق کی ہے اور سورہ المزمل کی آیت ۲۰ میں انہیں آپ ﷺ کی معیت کا بیش قیمت تمغہ بھی عطا فرمایا:

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ... (پ۲۶، الفتح ۲۹)

یہ آیت بڑی واضح تشبیہ کے ساتھ شجرِ اسلام کے اس طرح بارآور ہونے کی خبر دے رہی ہے کہ اب تک ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنا پیشوا ماننے والے ان کے نہ ماننے والوں کی زبان سے بڑے بھائی ہی کہلا رہے ہیں، اس کے بغیر انہیں تقیہ کی چادر اوڑھے بغیر اور کوئی راہ نہیں ملتی۔ یہ ان پہلوں کے حضور ﷺ کی نماز میں شرکت و معیت پانے کی قرآنی نص ہے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سورہ المزمل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> اولین صحابہ سے ایک سال تک بہت تاکید و تحتم کے ساتھ یہ ریاضت شاقہ شاید اس لیے کرائی گئی کہ وہ لوگ آئندہ تمام امت کے ہادی و معلم بننے والے تھے۔ ضرورت تھی کہ وہ اس قدر منجھ جائیں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ تمام دنیا ان کے آئینہ میں کمالات محمدی (ﷺ) کا نظارہ کر سکے اور یہ

نفوس قدسیہ ساری امت کی اصلاح کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں۔

⑤۔ ان کی حضور ﷺ کے ایمان میں شرکت و وحدت

قرآن کریم میں ایک لفظ ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ'' میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت جتنے لوگ بھی ایمان لائے ہوئے تھے ان سب کو آپ کے ایمان میں شامل کر دیا۔ ان صحابہ کرام کی حضور ﷺ کے ایمان میں شرکت اور آپ کے ایمان کی ان کے ایمان میں شرکت بدوں اس کے نہیں ہو سکتی کہ ان سب کا ایمان مخلصانہ ہو اور ان کے دلوں میں کھبا ہوا ہو۔

> اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ... (پ ۳، البقرہ ۲۸۵)
>
> ترجمہ: مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو۔۔۔

اس آیت میں پہلے رسول ﷺ کے ایمان کا ذکر ہے پھر اس ایمان میں سب ایمان لانے والوں کو شامل کرنے کا ذکر ہے اور ایمان کا ذکر بھی اجمالا نہیں سب مؤمن بہ امور میں (جن پر ایمان لانا ضروری ہے) رسول اور ان سب ایمان لانے والوں کو شریک بتلایا گیا ہے۔ لفظ ایمان ایک ہی دفعہ ہے یوں نہیں کہا گیا: امن الرسول بما أنزل الیه من ربه وامن المؤمنون۔ اور اس ایک ایمان میں رسول اور ان کے ایمان کو پوری شرکت اور وحدت کی سند دی گئی ہے۔

⑥۔ ان کا حضور ﷺ کی معیت میں حرم کعبہ میں داخل ہونا

> لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ○
>
> (پ ۲۶، الفتح ۲۷)

ترجمہ: اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول کو اس کا خواب تحقیقی کہ تم داخل ہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا پورے امن سے اپنے سروں کا حلق وقصر کیے بے کھٹکے، پھر جانا اس نے وہ جو تم نہیں جانتے پھر مقرر کر دی اس نے ورے اس سے ایک فتح عنقریب۔

دنیا میں گردشِ عالم کے نقشے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے دنیا کو عجیب پلٹیاں دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا اور یہ دن لوگوں میں ہم باری باری بدلتے رہتے ہیں۔ جنگِ بدر میں لڑنے والے مکہ سے مدینہ گئے۔ احد میں بھی مکہ سے مدینہ میں ـــــ احزاب میں ہی وہ ہر طرف سے احزاب جمع کر کے مدینہ آئے لیکن اب اچانک یہ صورت حال پیش آتی کہ اب مدینہ والے مکہ آیا کریں گے یہاں تک کہ مکہ پر بھی اسلام کا جھنڈا لہرا جائے اور پھر ایسا ہی ہوا آئندہ کبھی مکہ والوں کو مدینہ جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حالات کو پلٹی دے دی۔ اسی کو کہا گیا: وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔

حضور اکرم ﷺ کو اچانک ایک خواب دکھلایا گیا کہ آپ کے صحابہ حرم کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ پیغمبروں کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ مدینہ سے مکہ آنے کا خواب بھی بتلا رہا تھا کہ اس میں اور بھی کئی حکمتیں لپٹی ہیں۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حکیمانہ شعر ملاحظہ کیجئے ؎

تری قدرت وہ کر سکتی ہے جو تیری مشیت ہے
مگر تیری مشیت آپ ہی پابندِ حکمت ہے

جو وہ چاہے اس میں ایک نہیں کئی حکمتیں لپٹی ہوتی ہیں۔

اب مدینہ سے مکہ کے اس سفر کا بھی نظارہ کیجئے۔ حضرت شیخ الاسلام اس خواب کی شرح میں لکھتے ہیں:

> مدینہ میں حضور (ﷺ) نے خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور سر منڈا کر اور بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں (احرام سے باہر آ رہے ہیں)۔ ادھر

> اتفاق سے (صحابہ ؓ کے اصرار سے) آپ کا قصد اسی سال عمرہ کا ہو گیا۔ صحابہ نے عموماً یہ خیال جما لیا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے۔ جس وقت صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی اور بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن وامان سے مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ امسال ایسا ہوگا؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو بیشک یوں ہی ہو کر رہے گا، تم امن وامان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں سے کوئی سر منڈوا کر، کوئی بال کتروا کر احرام کھولے گا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھٹکا نہ ہوگا۔ چنانچہ حدیبیہ سے اگلے سال یوں ہی ہوا۔ آیت ہذا میں اسی کو فرمایا ہے کہ بالتحقیق اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا۔
>
> باقی "اِنْ شَآءَ اللہ" فرمانا ابن کثیر کے نزدیک تحقیق وتوکید کے لیے ہے اور سیبویہ کے نزدیک اس قسم کے مواقع میں قطعی طور پر ایک چیز کا بتلانا کسی مصلحت سے مقصود نہیں ہوتا اور کرنا منظور ہوتا ہے وہاں یہ عنوان اختیار کرتے ہیں۔ (ص ۶۸۳ طبع سعودی عرب)

پندرہ سو صحابہ کا مدینہ سے ایک ساتھ پوری خوشی اور مسرت سے حضور ﷺ کے ساتھ نکلنا کیا ان سب کے مخلصانہ ایمان کا پتہ نہیں دے رہا اور پھر ان سب کا بغیر عمرہ کئے حدیبیہ سے واپس لوٹنا ان کے پختہ ایمان کی خبر نہیں اور پھر اگلے سال عمرہ کے لئے مکہ آنا اور بیت اللہ کا طواف کرنا ان کے علیٰ وجہ النہار ایمان کا روشن ثبوت نہیں ہے؟ اور تین دن مکہ میں ایک ساتھ رہنا کیا ان لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جو اندر سے آپس میں ایک نہ ہوں۔

صحابہ ؓ کا مدینہ سے مکہ آنا صرف اس خواب کے اثر سے ہی نہ تھا۔ اب مدینہ والوں کے دروازے مکہ کے لئے ہمیشہ کے لئے کھل گئے تھے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ اور یہ دن لوگوں میں ہم باری باری بدلتے ہیں۔ ان صحابہ کے بالمقابل حضور ﷺ کے اہل بیت بہت ہی کم تعداد میں تھے۔ اس وقت صحابہ اور حضور ﷺ کے اپنے خاندان میں اگر کسی

طرف سے کوئی دوری ہوتی تو یہ پندرہ سو یا سولہ سو کی تعداد کبھی آپس میں اس طرح شیر و شکر ہو کر نہ رہتے۔ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○

❼۔ حضور ﷺ پر اتری آیات پر ان کا ایمان اور اس کی قرآنی تصدیق

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَۚ
وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ○ اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْۗ وَاُولٰٓىٕكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (پ۱، البقرہ ۴، ۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں، وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یؤمنون کا ترجمہ صیغہ ماضی سے کر کے اس طرف اشارہ دیا ہے کہ آئندہ امت میں اس وقت کے مسلمانوں کا اس قرآن پر ایمان ہونا ثابت سمجھا جائے جو حضور ﷺ پر اترا اور صحابہ کے ہاتھوں لکھا گیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پھر اسی ترجمہ کو قائم رکھا ہے۔

یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی تصدیق ہے جن کے اندر ایمان کھب(۱) چکا تھا۔ پہلے پارے میں ان کے بعد کافروں اور ان کے بعد منافقوں کا بیان ہے معلوم ہوا ان پہلے ایمان لانے والوں کا ایمان ہر شبہے اور تردد سے بالا ہے۔

❽۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نمازوں میں اللہ کے فضل و رضوان کی طلب

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ

۱۔ کھب جانے کے معنی فیروز اللغات اردو میں یہ ہیں:
گھس جانا، گڑ جانا، چبھ جانا، سما جانا، پسند خاطر ہونا، نقش ہونا، دل نشین ہونا (۱۰۵۳)
اس کو انگریزی میں "Engrave" کہتے ہیں۔

فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڔ ... (پ۲۶، الفتح۲۹)

ترجمہ: محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور رضوان، نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے، یہ شان ہے ان کی تورات میں اور مثال ان کی انجیل میں۔۔۔

اس آیت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کے ساتھ ہونا ہی ان کے ایمان کا نشان بتلایا گیا ہے۔ یہ ضرورت نہیں سمجھی گئی کہ ساتھ اٰمنوا کا لفظ بھی ہو، ان کی معیت ہی ان کے ایمان کی کافی دلیل بتلائی گئی ہے۔ اب بھی جو گمراہ ان کے لئے لفظ ایمان کی طلب کرتے ہیں قرآن کا یہ پیرایہ بیان ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اس قرآن پر ایمان ہی نہیں ہے، جب وہ کہتے ہیں ہمارا قرآن پر ایمان ہے تو ان کی مراد وہ قرآن ہوتا ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے یا وہ جو کسی فرضی شخصیت نے اسے ترتیب نزولی سے جمع کیا یا وہ جو ان کے امام غائب امام مہدی اپنے ظہور میں اپنے ساتھ لائیں گے، اس قرآن پر نہیں جو کاتبینِ وحی کے ہاتھوں سے لکھا گیا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں سے وہ ایک کتابی شکل میں آیا۔

⑨ ۔ حضور ﷺ کے ساتھ حج کرنے والوں کے تقویٰ کی اللہ کے ہاں قبولیت

اپنے تقویٰ کے مدعی بھی بہت ہیں اور اپنے حج کے مدعی بھی بہت ۔۔۔ مگر حقیقی تقویٰ اور حج انہی کا جو حضور ﷺ کے ساتھ حج کی سعادت پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی قبولیت کی خبر دے دی۔ قرآن کے اس لفظ منکم پر غور کریں اور خود فیصلہ کریں کہ ان سے کون لوگ مراد ہو سکتے ہیں:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰي مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پ۱۷، الحج ۳۷)

ترجمہ: اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا (قربانی کے جانوروں کا) گوشت اور نہ ان کا لہو

لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب (تقویٰ)، اسی طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے ـــ کہ اللہ کی بڑائی پڑھو (تکبیر پڑھو) اس بات پر کہ (اس نے) تم کو راہ سجھائی اور بشارت سنا دے نیکی والوں کو (مقامِ احسان پائے ہوؤں کو)

⑮۔ ”اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی“

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ...

پ ۷، المائدہ ۱۱۹۔ پ ۱۱، التوبہ ۱۰۰۔ پ ۲۸، المجادلہ ۲۲۔ پ ۳۰، البینہ ۸

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی۔

یہ بات پورے یقین سے صرف صحابہ اور صحابیات کے بارے میں کہی جا سکتی ہے یا زیادہ سے زیادہ تابعین کے بارے میں، یہ اس لئے کہ قرآن کریم میں یہ کلمہ ان کے لئے بھی کہا ملتا ہے، اوروں کے لئے رحمۃ اللہ علیہ یا رحمۃ اللہ علیہا کہتے ہیں۔

خدا کسی سے راضی ہو جائے یہ ہی ایک بڑی بات تھی وہ بھی اس قدر پائے کہ اللہ سے راضی ہو جائے، صحابہ رضی اللہ عنہم یہ مقام بھی پا گئے۔ اسلام میں سب سے بڑا نصاب شہادت چار کا ہے۔ ہم نے قرآن کریم سے یہ چار شہادتیں آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واقعی وہ مقام پا گئے کہ نہ صرف خدا ان سے راضی ہوا خدا نے ان کی بھی رضا چاہی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اس پر ہم نے چار شہادتیں قرآن کریم سے پیش کی ہیں۔

اتنا اونچا مقام کہ خدا ان کی رضا چاہے، یہ صحابہ کو ملا اور زمانے کی بوقلمی دیکھئے ایسے بھی بدقسمت دنیا میں پائے گئے جو انہی کے ایمان کے منکر ہوئے جو اللہ تعالیٰ سے وَرَضُوْا عَنْہُ کا تمغہ ربانی پا چکے تھے۔

ان کنت لا تدری فتلک مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

⑪۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے خلاف اٹھنے والوں سے اللہ کی محبت کا اظہار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (پ۶، المائدہ ۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا (ان کے مقابلے میں) ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں، نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے، یہ فضل ہے اللہ کا جس کو چاہے دے اور اللہ کشائش والا ہے خبر رکھنے والا۔

اس آیت کو سمجھنے کے لئے یہ چند امور ملحوظ رہیں:

①۔ پہلے دور میں جو لوگ اسلام لائے وہ سب دل سے اسلام لائے، اس میں سے اگر کسی کو بعد میں کوئی وسوسہ کفر پیدا ہوا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا ایمان پہلے سے ہی مخلصانہ نہ تھا۔ کاتبین وحی سے بھی اگر کوئی بعد میں مرتد ہوا تو اس سے یہ گمان درست نہیں کہ وہ پہلے سے ہی ایمان پر نہ تھا۔ ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ان مرتد ہونے والوں کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر خطاب نہ کرتے۔

②۔ قرآن کریم میں سورہ الفتح میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے صحابہ کی صفت میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ وہی بات سورہ المائدہ کی اس آیت میں ان الفاظ سے مذکور ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ...

ترجمہ: نرم دل ہیں مؤمنین پر زبردست ہیں کافرین پر۔۔

ان میں سے اگر کوئی بعد میں کسی وسوسہ کفر سے مرتد ہو جائے تو اس سے اس بدگمانی میں نہ پڑنا چاہیے کہ وہ شروع میں ہی اپنے ایمان میں مخلص نہ تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کرے جو اندر سے ایمان لائے ہوئے نہ ہوں۔

③۔ اس آیت میں کچھ لوگوں کے مرتد ہونے کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ پیشگوئی بھی ہے کہ جو لوگ ان مرتدین کے مقابلہ میں نکلیں گے وہ اس درجہ کے مسلمان ہوں گے کہ وہ اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ ان کا محبوب ہوگا۔ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ اور یہ وہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے دوسرے کئی مقامات پر ان لفظوں سے کہی: رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ یہ واقعہ ارتداد چونکہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیش آیا تو یہ اس پر ایک قطعی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل صحیح تھی اور وہی حضور ﷺ کے خلیفہ بلافصل تھے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت حضور ﷺ کی زندگی میں کیا تھا اور اس کا یہ دعویٰ نبوت غیر تشریعی نبوت کا تھا کیونکہ اس کی یمامہ کی مسجد میں اذان میں برابر اشهد ان محمدا رسول الله کے الفاظ کہے جاتے تھے۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر نے انہی سے جہاد کیا۔ اس میں بھی یہ حکمت تھی کہ کوئی نادان شخص یہ نہ کہے اہلِ یمامہ تو حضرت ابوبکر کی خلافت کے خلاف اٹھے تھے یہ نہیں کہ مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اسی طرح جنہوں نے بیت المال میں زکوٰۃ جمع کرانے سے انکار کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی جہاد کیا اس دور میں اسود عنسی مدعی نبوت سے بھی جہاد کیا اور سورہ المائدہ کی اس آیت میں بجا طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی خبر دی گئی ہے۔ مسیلمہ کے حضور ﷺ کی زندگی میں دعویٰ نبوت ہونے میں یہ حکمت بھی لپٹی تھی کہ کوئی نادان اس جنگ یمامہ کو اور کسی موضوع پر محمول نہ کر سکے۔

اس وقت ہمارا موضوع مسئلہ خلافت نہیں یہ چند ضمنی باتیں تھیں جو اتفاقاً سامنے آگئیں، یہاں ہم عظمتِ صحابہ پر اس آیت کے الفاظ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ سے اس پر سند لا رہے ہیں کہ اسوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس درجہ میں اللہ کے ہاں عظمت پائے ہوئے تھے۔

⑫ ۔ اللہ کا حضور ﷺ کے زمانہ میں ایمان لانے والوں سے وعدۂ خلافت تھا

اللہ تعالیٰ کا ان سے زمین پر خلافت اور تمکین پانے کا وعدہ تھا سوا سے ہم کسی علمی خلافت اور علمی وراثت پر محمول نہیں کر سکتے۔

> وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
> فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
> دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًاؕ
> یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔاؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ
> هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (پ۱۸، النور ۵۵)
>
> ترجمہ: وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے انہوں نے نیک کام، البتہ بعد کو حاکم کر دے گا ان کو زمین پر جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کے لیے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن ـــــ بندگی کریں گے میری، شریک نہ کریں گے کسی کو میرا، اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہوں گے نافرمان۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے لفظ ''**منکم**'' (**حضرت کے وقت کے لوگوں**) کو روشن کرتے ہوئے اس وعدۂ خلافت پر لکھتے ہیں:

> یہ خطاب فرمایا حضرت (ﷺ) کے وقت کے لوگوں کو یعنی جو ان میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسول کے کامل متبع ہیں ـــــ رسول کے بعد ان کو زمین کی حکومت دے گا اور جو دین اسلام خدا کو پسند ہے ان کے ہاتھوں سے دنیا میں اس کو قائم کرے گا۔ گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے وہ لوگ محض دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے۔ بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور دین حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی وتری میں اس کا سکہ بٹھلا دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا وہ

کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ اور ان مقبول و معزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی۔ شرک جلی کا تو وہاں ذکر کیا ہے شرک خفی کی ہوا بھی ان کو نہ پہنچے گی۔ صرف ایک خدا کے غلام ہوں گے، اسی سے ڈریں گے اسی سے امید رکھیں گے۔ اسی پر بھروسہ کریں گے اسی کی رضا میں ان کا جینا اور مرنا ہوگا۔ کسی دوسری ہستی کا خوف و ہراس ان کے پاس نہ پھٹکے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پروا کریں گے۔

الحمدللہ! کہ یہ وعدہ الٰہی چاروں خلفاء (رضی اللہ عنہم) کے ہاتھوں پر پورا ہوا۔ اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونہ کے آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا آئندہ بھی آئیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی (رضی اللہ عنہ) ہوں گے جن کے متعلق عجیب و غریب بشارات سنائی گئی ہیں۔ وہ خدا کی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور خارق عادت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے اسلام کا کلمہ بلند کریں گے۔ "اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِهٖ وَارْزُقْنَا شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ اِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

(تنبیہ) اس آیت استخلاف سے خلفائے اربعہ کی بڑی بھاری فضیلت و منقبت نکلتی ہے۔ ابن کثیر نے اس کے تحت میں عہد نبوت سے لے کر عہد عثمانی تک کی فتوحات کو درجہ بدرجہ بیان کیا ہے اور آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

"وَجُبِیَ الْخَرَاجُ مِنَ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اِلٰی حَضْرَةِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَذٰلِكَ بِبَرَكَةِ تِلَاوَتِهٖ وَدِرَاسَتِهٖ وَجَمْعِهِ الْاُمَّةَ عَلٰی حِفْظِ الْقُرْاٰنِ وَلِهٰذَا ثَبَتَ فِیْ

الصَّحِیْحِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (صلی الله علیه وآله وسلم) قَالَ اِنَّ اللهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْض فَرَأَیْتُ مَشَارِقِهَا وَمَغَارِبِهَا وَسَیَبْلُغُ مُلْكُ اُمَّتِیْ مَا زُوِیَ لِیْ مِنْهَا فَهَا نَحْنُ نَتَقَلَّبُ فِیْمَا وَعَدَنَا اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ الله وَرَسُوْلُه فَنَسْئَلُ الله الْاِیْمَانَ بِهٖ وَبِرَسُوْلِهٖ وَالْقِیَامَ بِشُکْرِهٖ عَلَی الْوَجْهِ الَّذِیْ یُرْضِیه عَنَّا"

ترجمہ: اور مشرق و مغرب کا خراج حضرت عثمان ؓ کے ہاں جا تا رہا اور یہ سب کچھ آپ پر آپ کی تلاوتِ قرآن اور درسِ قرآن اور امت کو حفظ قرآن پر لگانے کی برکت سے تھا۔ اور اس لئے صحیح حدیث میں ملا کہ اللہ تعالیٰ نے پوری زمین میرے لئے لپیٹ دی میں نے اس کے مشرقوں کو بھی دیکھا اور مغربوں کو بھی اور میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جو زمین میرے سامنے لائی گئی۔

اور اب ہم پھر رہے ہیں اس زمین میں جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ ہم اس پر اور اس کے رسول پر ایمان چاہتے ہیں اور یہ کہ ہم اس پر اس کا شکر کریں اس طرح کا جو اسے ہم سے راضی کر دے۔ (اٰمین ثم اٰمین)

⑬۔ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۴، آل عمران ۱۰۴)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت میں ایک ایسی جماعت چاہی اور انہیں ترغیب دی کہ وہ اسے قائم کریں، ان میں کیا کیا صفات ہونی چاہئیں انہیں حضرت شیخ الاسلام ؒ کی تفسیر میں دیکھیں۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی امت میں صحابہ ؓ ہی تھے جو وہ جماعت قائم کر پائیں۔ حضرت شیخ الاسلام ؒ نے ان پانچ صفات کی نشاندہی کی ہے اور بتلایا ہے کہ ان پر صحابہ کرام ؓ ہی کاربند تھے۔ آپ لکھتے ہیں:

یعنی تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد و اتفاق، قومی زندگی، اسلامی مواخات، یہ

> سب چیزیں اسی وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت وارشاد کے لئے قائم رہے۔ اس کا وظیفہ یہ ہی ہو کہ اپنے قول وعمل سے دنیا کو قرآن وسنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں ست یا برائیوں میں مبتلا دیکھے، اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام وہ ہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف ومنکر کا علم رکھنے اور قرآن وسنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں، ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کر کے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی مختل کر دے، یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اس سے بھی زیادہ منکرات کے حدوث کا موجب ہو جائے، یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقع میں نرمی برتنے لگے۔ شاید اسی لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا جو ہر طرح دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہل ہو۔ حدیث میں ہے جب لوگ منکرات میں پھنس جائیں اور کوئی روکنے والا نہ ہو تو عام عذاب آنے کا اندیشہ ہے۔ باقی یہ کہ کن احوال واوقات میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ترک میں آدمی معذور سمجھا جاسکتا ہے اور کن مواقع میں واجب یا مستحب ہے اسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں ابوبکر رازی نے احکام القرآن میں اس پر نہایت مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔

اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کی ضرورت کا احساس دلانے کے بعد خود ہی فیصلہ دے دیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔ سو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہترین امت ہونے کا کھلا نشان ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۰۴ کا حل اسی سورت کی آیت ۱۱۰ سے روشن کیا گیا ہے۔

⑫۔ بعد میں آنے والوں کے لئے ان پہلوں کو معیار ایمان قرار دیا جانا

۱۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا

اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

(پ ۱، البقرہ ۱۳)

۲۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ... (پ ۱، البقرہ ۱۳۷)

پہلی آیت میں اٰمَنَ النَّاسُ سے پہلے لوگ مراد ہیں جو حضور ﷺ پر پہلے ایمان لائے، اگلوں کو کہا گیا کہ تم ان کی طرح کے مؤمن بنو۔ ان اگلوں نے ان پہلوں کو بے وقوف کہا، اللہ نے جواباً ان کو بے وقوف بتلایا۔ اس سے معلوم ہوا تم ان کو جو کہو گے وہی اپنے لئے اللہ سے سنو گے۔ پہلوں کے بارے میں زبان سمجھ کر کھولو۔

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

اس دوسری آیت میں بتلایا گیا اگر انہوں نے پہلے دور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے لئے معیار ایمان مان لیا تو یہ بے شک ہدایت پا گئے اور جنہوں نے ان پہلوں کے خلاف تبرّا کی زبان کھولی وہ بڑی بدبختی میں ہیں۔ یہ دونوں آیتیں پہلے ایمان لانے والوں کے لئے ایک ہی بات کہہ رہی ہیں۔ انہیں آپ قرآن کی دو شہادتیں بھی سمجھ سکتے ہیں۔

⑮۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کس حال کی خبر دی گئی؟

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ (پ ۱۵، الکہف ۲۸)

ترجمہ: اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، وہ طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق دنیا کی، اور ان کی باتوں میں نہ آنا جن کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور وہ پیچھے پڑے رہے اپنی خواہش کے اور اس کا کام ہے اپنی حد پر نہ رہنا۔

حضرت شیخ الاسلام نے اس کا ایک نہایت نفیس نقشہ کھینچا ہے:

> یعنی جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہش کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں، خدا کی اطاعت میں پیچھے اور ہوا پرستی میں آگے رہنا ان کا شیوہ ہے، ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپ (ﷺ) کان نہ دھریں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولت مند اور جاہ و ثروت والے ہوں۔ روایات میں ہے کہ بعض صنادید قریش نے آپ (ﷺ) سے کہا کہ ان رذیلوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے تا کہ سردار آپ (ﷺ) کے پاس بیٹھ سکیں۔ رذیل کہا غریب مسلمانوں کو اور سردار دولت مند کافروں کو۔ ممکن ہے آپ (ﷺ) کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو پکے مسلمان ہیں مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے اور یہ دولت منداس صورت میں اسلام قبول کر لیں گے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ آپ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانیے کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ہی ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر محض موہوم فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام کیوں نظر انداز کیا جائے۔ نیز امیروں اور غریبوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنے سے احتمال ہے کہ عام لوگوں کے قلوب میں پیغمبر کی طرف سے معاذ اللہ نفرت اور بدگمانی پیدا ہو جائے جس کا ضرر اس ضرر سے کہیں زائد ہوگا جو ان چند متکبرین کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تصور کیا جا سکتا ہے۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۹۶ طبع سعودی)

ایک دفعہ آپ ﷺ کے حضور بعض سردارانِ قریش آئے ہوئے تھے وہ چاہتے تھے کہ ہم بڑے لوگوں کو حضور ان کمزوروں کے ساتھ نہ بٹھائیں تو ہو سکتا ہے وہ بھی مسلمان ہو جائیں، اتنے میں ایک نابینا درویش آپ کے ہاں آ گیا، آپ ﷺ نے اس وقت اس کا آنا پسند نہ کیا۔ اس پر پ ۳۰ کی پانچویں سورہ عبس اتری۔ اس پر حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے چہرے پر کچھ انقباض کا اثر محسوس کیا گیا۔ وہ نابینا کون تھا؟ آپ کے مؤذن حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آنحضرت (ﷺ) بعض سرداران قریش کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے، اتنے میں ایک نابینا مسلمان (جن کو ابن ام مکتوم کہتے ہیں) حاضر خدمت ہوئے اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ فلاں آیت کیونکر ہے یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اس میں سے کچھ سکھایئے جو اللہ نے آپ (ﷺ) کو سکھلایا ہے۔ حضرت (ﷺ) کو ان کا بے وقت کا پوچھنا گراں گزرا۔ آپ (ﷺ) کو خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں۔ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔ ابن ام مکتوم بہرحال مسلمان ہے اس کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار مواقع حاصل ہیں، اس کو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس ایسے بااثر اور بارسوخ لوگ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہوجائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پر آسکتے ہیں، میں ان کو سمجھا رہا ہوں، یہ اپنی کہتا چلا جاتا ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اگر ان لوگوں کی طرف ہٹ کر گوشہ التفات اس کی طرف کروں گا تو ان لوگوں پر کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض آپ (ﷺ) منقبض ہوئے اور انقباض کے آثار چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ روایات میں ہے کہ اس کے بعد جب وہ نابینا آپ (ﷺ) کی خدمت میں آتے، آپ (ﷺ) بہت تعظیم وتکریم سے پیش آتے اور فرماتے "مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی" اس پر مرحبا جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھ پر عتاب کیا۔

⑯۔ ان کے ایمان کی خواہش میں حضور ﷺ کا اپنے آپ کو کھپانا

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا○ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا○ (پ۱۵، الکہف۶، ۷)

ترجمہ: سو کہیں اپنی جان کو گھونٹ نہ ڈالیں ان کے پیچھے کہ اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو پچھتا پچھتا کر، ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق تا کہ جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کرتا ہے کام۔

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے آپ کو بالکل گھلائیے نہیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں، کوئی نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ پچھتانا مناسب ہے، کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہوسکی۔ آپ تو بہرحال کامیاب ہیں۔ دعوت و تبلیغ اور شفقت و ہمدردی خلائق کے جو کام کرتے ہیں وہ آپ کے رفع مراتب اور ترقی مدارج کا ذریعہ ہیں۔ اشقیاء اگر قبول نہ کریں تو ان ہی کا نقصان ہے۔ (ص ۳۹۲ طبع سعودی عرب)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کس قدر خواہاں تھے کہ جس طرح بھی ہو پڑے یہ لوگ قرآن پر ایمان لے آئیں۔ اب کیا یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اسی امید میں لگے رہیں اور وہ لوگ آخر تک ایمان نہ لائیں اور علامہ خمینی آخر تک (معاذ اللہ) یہی کہتے رہے کہ حضور ﷺ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوئے، یہ آیت شریفہ نہ صرف حضور ﷺ کو تسلی دے رہی ہے بلکہ آپ کے اپنے مشن میں کامیاب ہونے کی خبر بھی دے رہی ہے۔ اگر حضور ﷺ اپنے اس محنت اور تگ و دو میں کامیاب نہیں ہوئے تو یہ اسلام میں عقیدہ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے کہ بنی آدم میں اکثریت آپ کے نہ ماننے والوں کی رہے اور ماننے والے تقیہ کی چادر تلے اپنے آپ کو چھپاتے رہیں یا کسی غار میں امام غائب کے ساتھ ساری دنیا میں اپنی سفارتیں قائم کرتے رہیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
کرسکتی ہے بلا معرکہ زندگی کی تلافی
اے پیر حرم تیری مناجات سحر کیا

⑰۔ حضور ﷺ پر اتری وحی اور پہلے نبیوں پر اتری وحی پر ایمان رکھنے والے

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (پ۱ البقرہ ۴، ۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

اس دور میں جو لوگ قرآن پر ایمان لا رہے تھے ان کے بارے میں حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ایمان لا چکے ان کا ایمان لانا اتنا پختہ اور یقینی ہے کہ گویا کہ وہ ماضی ہے۔ اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ ان پہلے ایمان لانے والوں کے ایمان میں کوئی شبہ اور تردد نہیں کیا جاسکتا۔

⑱۔ حضور ﷺ کی نماز میں شریک ہونے والے

جو صحابہ حضور ﷺ کی نماز میں شریک ہوئے ان کی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں یقینا قبول ہو چکی اور ضائع ہونے کے ہر خطرہ سے محفوظ بھی رہی۔ حضور ﷺ نے خود فرمایا: امام نماز میں مقتدیوں کا ضامن ہوتا ہے سو حضور ﷺ نے جن کی نماز کی ضمانت دے دی ان کے ایمان اور ان کی نماز میں ہرگز کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے کام میں شریک کیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ○ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ○ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ○ (پ۱۶، طہ ۳۵)

ترجمہ: کہ تیری پاک ذات کی تسبیح کریں بہت ـــــ اور تجھے یاد کریں بہت ـــــ بے شک تو ہمیں خوب دیکھ رہا ہے۔

تسبیح نماز کو بھی کہتے ہیں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (پ١٦، طہ ١٢٠) اس میں حرف نون پر بھی نظر رکھیں تو جماعت والی نماز بھی سمجھی جاسکتی ہے۔ دوسرے نمازیوں کے ساتھ رہنا یہ بھی نماز کی ایک شان ہے، بعض جہنمیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم جہنم میں کیسے آئے وہ کہیں گے:

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ○
وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ○ (پ٢٩، المدثر ٤٤)

ترجمہ: ہم نمازیوں کے ساتھ نہ ہوتے تھے اور نہ ہم محتاج کو کھانا کھلاتے تھے اور باتیں کرتے رہتے باتیں کرنے والوں کے ساتھ۔

اس سے پتہ چلا کہ نمازی ہے ہی وہ جو دوسرے نمازیوں میں شامل رہے، نمازی مل جل کر رہیں اور یہاں تک حکم ہوا: وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ○ جہاں دوسرے نمازی نماز پڑھ رہے ہیں تمہاری نماز بھی ان کے ساتھ رہے۔

⑲۔ حضور ﷺ سے درخت تلے بیعت کرنے والے حضرات

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا○
(پ٢٦، الفتح ١٨)

ترجمہ: اللہ راضی ہوا مومنین سے جب وہ آپ سے درخت تلے بیعت کرنے لگے پھر جان لیا ان کے دلوں کی باتوں کو ــــ سو اتارا اس نے ان پر اطمینان اور انعام دیا ان کو ایک فتح قریب۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والوں کو مومنین کہا اس سے بڑا صحابہ کے ایمان کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے، وہ کوئی عام رسمی مسلمان نہ تھے، وہ اللہ کے ہاں ایک سکون یافتہ اور انعام یافتہ گروہ تھا۔

یہاں ان کے لئے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کا تمغہ اعزاز تو ذکر ہوا لیکن اس کے ساتھ

وَرَضُوا عَنْهُ کے الفاظ نہیں ملتے، اس سے ان کی کسی کمزوری کی طرف دھیان نہ جائے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہاں (اس بیعت رضوان میں) ایک اس سے بھی بڑا اعزاز دیا وہ اس سورت کی آیت ۱۰ میں آپ پڑھ آئے ہیں:

(۲۵) . اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ... (پ۲۶، الفتح ۱۰)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ بیعت کر رہے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھوں کے۔

حضرت شیخ الاسلام اس آیت پر لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس (صلح حدیبیہ) کا نام ''فتح مبین'' رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لیے بھی آپ کے حق میں بے شمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے۔ اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار، مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال واطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ''صلح حدیبیہ'' سے فتح مکہ تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف با اسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص جیسے نامور صحابہ رضی اللہ عنہم اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے۔ یہ جسموں کو نہیں، دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی اعظم ترین برکت تھی۔ اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لیے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا۔ ''حدیبیہ'' میں حضور (ﷺ) کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانباز تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہمرکاب تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر، بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لیے صلح حدیبیہ بطور اساس

و بنیاد اور زرین دیباچہ کے تھی، اور اس تحمل و توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو اس صلح کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی، جن علوم و انوار قدسیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح باب ہوا ہوگا اس کا اندازہ تو کون کر سکتا ہے، ہاں تھوڑا سا اجمالی اشارہ حق تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے یعنی جیسے سلاطین دنیا کسی بہت بڑے فاتح جنرل کو خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازتے ہیں، خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا۔ جن میں پہلی چیز غفران ذنوب ہے۔ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اور کسی بندہ کے لیے نہیں فرمائی مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور (ﷺ) اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا۔ صحابہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا، فرماتے:

”اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا“ (تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں)

ظاہر ہے، اللہ بھی ایسی بشارت (مغفرتِ ذنوب) اسی بندہ کو سنائیں گے جو نڈر نہ ہو جائے بلکہ اور زیادہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے لگے۔ شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت مسیح (علیہ السلام) کے پاس جائے گی تو وہ فرمائیں گے کہ محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے (یعنی اس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تقصیر بھی ہو جائے تو وہ بھی عفو عام کے تحت میں پہلے ہی آ چکی ہے (بجز ان کے اور کسی کا یہ کام نہیں) یعنی صرف تقصیرات سے درگزر نہیں بلکہ جو کچھ ظاہری و باطنی اور مادی و روحی انعام و احسان اب تک ہو چکے ہیں ان کی پوری تکمیل و تتمیم کی جائے گی۔ (ص ۶۸۰ طبع سعودی عرب)

㉑۔ حضور ﷺ کے ساتھ تمام مؤمن بہ امور میں شرکت پانے والے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

(پ ۳، البقرہ ۲۰۵)

اس آیت میں فعل ایک ہے "اٰمَنَ" (وہ ایمان لایا) اور فاعل دو ہیں: ۱۔ الرسول، ۲۔ المؤمنون۔ یہ دو فاعل ایک فعل "اٰمَنَ" میں شریک ہیں۔ اس فعل کا مفعول بہ کیا ہے، یہ وہ مؤمن بہ امور ہیں جن پر ہر ایک (رسول اور کل مؤمنین) کا ایمان ہونا چاہیے۔ اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ حضور ﷺ کے اس وقت کے تمام صحابہ اس فعل "اٰمَنَ" میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے ایمان کی کتنی بڑی شان ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ ایمان میں شریک ہوئے۔ جس طرح حضور ﷺ کے ایمان میں شک کو کوئی راہ نہیں صحابہ کے ایمان میں بھی کسی شک اور تردد کو راہ نہیں ملتی۔ ان سب کے ایمان پر یقین لانا ضروری ہے جن کے ایمان کی ان لفظوں میں خبر دی گئی: كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ... الخ۔ اس کا بیان پہلے ص ---- میں بھی آ چکا ہے۔

㉒۔ اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول ﷺ کو اس کا خواب کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ...

(پ ۲۶، الفتح ۲۷)

حضور ﷺ کو جو لوگ اس طرح خواب میں دکھائے گئے اور وہ ایک بڑی تعداد میں حرم کعبہ میں بھی پہنچ پائے، کیا ان کے ایمان میں بھی کچھ شک کیا جا سکتا ہے؟ ہوگز نہیں! وہ صادق الایمان تھے اور ان کے حرم میں داخلہ کی یہ شہادت ان کے صادق الایمان ہونے کی ایک نہایت روشن دلیل ہے اس کا تفصیلی بیان ص ---- میں پہلے بھی آ چکا ہے۔

۲۳۔ حضور ﷺ کی معیت پانے والوں کی نماز کا نقشہ

یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور ﷺ کی معیت صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں ملی تھی، حضور ﷺ کی نماز تہجد میں آپ کی معیت پانے والا ایک پورا گروہ آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ قرآن کریم میں "وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ" میں ان کی مخلصانہ نماز کا نقشہ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی نماز مقبول بدوں ایمان کسی کا نصیب نہیں ہوسکتی۔ پھر جب بحکم باری تعالیٰ: وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ سب صحابہ کرام کی نماز اکٹھی ہوتی تھی تو اس بات کی قوی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے سب صحابہ صادق الایمان تھے۔

نماز کا یہ نقشہ اللہ تعالیٰ کے حکم: يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ سے قائم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے "اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ..." کے الفاظ سے اس حکم کی پوری تعمیل ہونے کی شہادت بھی دے دی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نماز موقوف بر ایمان ہے، ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صادق الایمان ہونے پر قرآن کی یہ ایک بڑی شہادت ہے۔

۲۴۔ زمین پر قابو اور تمکنت (جماؤ) پانے والے

اللہ تعالیٰ نے وعدہ خلافت حضور ﷺ سے نہیں کیا انہی سے کیا جنہیں خلافت دینی تھی سو یہ بات کسی طرح درست نہیں کہ خلافت اور امامت آسمانی عہدے ہیں۔ یہ آسمانی نہیں زمینی عہدے ہیں اور آیت خلافت میں زمین کی تصریح ہے۔ خلافت کن کو ملے گی جو اس دین پر ہونگے، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (اللہ تعالیٰ کے ہاں دین ہے ہی اسلام)

آیت خلافت میں کن لوگوں سے وعدۂ خلافت کیا گیا ان کے یہ چند نشان بتلائے گئے۔

۱۔ یہ خلافت ایمان والوں کو ملے گی، یہ نہیں کہ اس پر منافق قابو پالیں۔

۲۔ یہ خلافت ارضی ہوگی، اسی زمین پر قائم ہوگی سو اس سے کوئی علمی یا روحانی خلافت مراد نہیں ہے۔

۳۔ یہ خلافت پانے والے اسی دین پر ہونگے جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور اس کی خبر ـــــــ میں دی گئی ہے۔

۴۔ اس خلافت کو پانے والے کبھی تقیہ پر مجبور نہ ہوں گے، ان کے بارے میں بتلایا گیا: وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۔ کہ ان کا زمینی خوف امن میں بدل جائے گا۔

۵۔ جو اس خلافت کو نہ ماننے والے ہونگے ان کی اس ناشکری کی لفظ کفر سے خبر دی گئی:

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

اس آیت میں خلافت کا ایسا نورانی بیان ہے کہ اسے سورہ النور میں جگہ دی گئی۔ سو اس آیت کو نہ ماننے والے کبھی اس نور کو نہ پا سکیں گے۔

㉕۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایسا اتحاد کہ گویا وہ آگ سے بچا لئے گئے

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (پ ۴، آل عمران ۱۰۴)

ترجمہ: اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر اللہ نے الفت ڈال دی تمہارے دلوں میں ـــــ اب ہو گئے تم اس کے فضل سے بھائی بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے پھر تم کو اس سے نجات دی اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ ہدایت کی۔

اس آیت کی روشنی میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خلافت کے موضوع پر مسلمان آپس میں اختلاف کی آگ میں ایسے گھریں گے کہ وہ بھائی بھائی بن کر نہ رہ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ نے تو انہیں خوشخبری دی تھی کہ وہ انہیں اختلاف کی آگ سے بچا چکا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک قوم ایک امت اس بشارت کی بہار نہ دے سکی۔ خدارا سوچئے خدا سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ○

حضرت شیخ الاسلام اس آیت پر لکھتے ہیں:

> بہت بعید ہے کہ وہ قوم ایمان لائے پیچھے کافر بن جائے یا کافروں جیسے کام کرنے لگے، جس کے درمیان خدا کا عظیم الشان پیغمبر جلوہ افروز ہو، جو شب و روز ان کو اللہ کا روح پرور کلام اور اسکی تازہ بتازہ آیتیں پڑھ کر سناتا رہتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ جس نے ہر طرف سے قطع نظر کر کے ایک خدا کو مضبوط پکڑ لیا اور اسی پر دل سے اعتماد و توکل کیا اسے کوئی طاقت کامیابی کے سیدھے راستہ سے ادھر ادھر نہیں ہٹا سکتی۔
>
> انصار مدینہ کے دو خاندانوں اوس و خزرج کے باہم اسلام سے قبل سخت عداوت اور دشمنی تھی، ذرا ذرا بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا جو برسوں تک سرد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ''بعاث'' کی مشہور جنگ ایک سو بیس سال تک رہی آخر پیغمبر عربی (ﷺ) کی ہجرت پر ان کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسلام کی تعلیم اور نبی کریم (ﷺ) کے فیض صحبت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے ملا کر شیر و شکر کر دیا اور نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کر دیئے۔ (ص ۸۰ طبع سعودی عرب)

ایک دفعہ پھر کسی یہودی کی شرارت سے ان میں بجھی ہوئی چنگاریاں سلگنے لگیں۔ اس پر حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> نبی کریم (ﷺ) جماعت مہاجرین کو ہمراہ لئے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
>
> اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو، میں تم میں موجود ہوں۔ پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تم کو ہدایت دی، اسلام سے مشرف کیا۔ جاہلیت کی تاریکیوں کو محو فرما دیا۔ کیا ان ہی کفریات کی طرف پھر الٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے۔ اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اوس و خزرج نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک

دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ سب ان کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی۔ جس سے آئندہ ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔

(ص ۸۱ طبع سعودی عرب)

خدارا سوچئے جس پیغمبر کی آواز اور مجلس کے یہ روشن اثرات ہوں کیا ہوسکتا ہے کہ اس کی مجلس میں دن رات اکٹھا رہنے والے آپس میں ایک دوسرے کو بھائی بھائی نہ سمجھتے ہوں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کے چناؤ کے لئے جمع ہونے والے انصار دل سے مہاجرین کے ہرگز خلاف نہ تھے۔ تین مہاجرین کا جو مسجد نبوی میں غم میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک اس انصار کے اجتماع میں سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے آنا پتہ دیتا ہے کہ یہ ایک ہنگامی صورت حال تھی۔ حضرت علی ؓ کو اس میں نہ بلانا کسی سوچی سمجھی سکیم کے تحت نہ تھا ہنگامی صورتِ حال میں اس کا موقع ہی نہ مل سکا تھا۔

قرآن کریم کی ان آیات میں فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا کے الفاظ پر کچھ مزید غور کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انہیں باہمی عداوتوں اور دشمنیوں سے نکالنا ایک بڑے احسان کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ کریم کسی پر احسان کر کے پھر اسے واپس نہیں لیتے۔ اس ذاتِ کریم کا فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ایک بڑا انعام ربانی تھا، اسے ختم کر کے پھر سے ان میں باہمی اختلاف اور رقابتوں کو لے آنا یہ اللہ رب العزت کی شان کریمی کے یکسر خلاف ہے۔ حضور ﷺ نے جب اپنے ایام علالت میں وصیت لکھنے کے لئے کاغذ قلم لانے کا کہا تو حضرت علی ؓ جو حضور ﷺ کے سیکرٹری تھے، کاغذ قلم لینے نہ گئے تو یہ ان کی اپنی ایک مصلحت تھی۔ صحابہ ؓ کا آپس میں کوئی اختلاف رائے نہ تھا، نہ کوئی آپس میں باہمی رقابت تھی۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

ایک دفعہ ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ اپنی لے میں یہ آیت (فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا) پڑھ رہے تھے۔ اس پر ایک بدو اٹھا اور اس نے کہا:

> ”خدا نے اس لئے ان کو آگ سے نہیں بچایا کہ پھر خود انہیں دوزخ میں ڈالے“

اس بدو کے ذہن میں یہ بات کیسے اتری؟

یہ اس آیت کا پیرایہ احسان تھا کہ اللہ کا انہیں آگ سے بچانا ہمیشہ کے لئے تھا اس لئے نہیں کہ پھر وہ انہیں اختلاف وتشتت کی آگ میں ڈال دے اس بدو نے ان الفاظ کی شرکت سے سمجھا کہ یہ اللہ رب العزت کی شانِ کریمی کے خلاف ہے کہ اپنا دیا انعام پھر ان سے واپس لے لے، وہ بدو عالم نہ تھا لیکن فہمِ قرآن میں اتنا اونچا اڑا کہ اس آیت کی تہ تک پہنچ گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کی بات سے بہت خوش ہوئے اور بلا ساختہ فرمایا:

"اکتبھا من غیر فقیہ" یہ قیمتی بات لکھ لو اگرچہ یہ ایک غیر عالم کی زبان سے نکلی ہے۔ (ماخوذ از معراج صحابیت ص ۱۵)

سو یہ آیت (فَاَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا..) قرآن کریم کی نص صریح ہے کیا خدا نے اس لئے انہیں آگ سے بچایا تھا کہ پھر انہیں آگ میں ڈال دے، اللہ تعالیٰ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ ایک بڑا احسان تھا کہ اسے تاریخ کی کمزور روایات سے کسی طرح مٹایا نہیں جاسکتا۔

خدارا اس آیت کی اس تمہید پر بھی ایک نظر کیجئے:

فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا...

اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا سو تم ہوگئے اسکے فضل وکرم سے بھائی بھائی۔

㉖۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی نماز اور عفت کا نقشہ

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ○ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ○ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ○ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوۡنَ○ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ○ فَمَنِ ابۡتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ○ (پ ۱۸، المؤمنون)

ترجمہ: فلاح پاگئے ایمان والے، جو اپنی نماز میں خشوع والے ہیں، اور جو ہر لغو

سے کنارا کش ہیں، جو زکوۃ دیا کرتے ہیں، اور جو اپنی شہوت کو تھامے ہوئے ہیں، مگر اپنی بیویوں پر اور اپنے ہاتھ کے مال کی باندیوں پر سو ان پر کوئی الزام نہیں، پھر جو ڈھونڈے اس کے سوا سو وہ ہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔

الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

جو فردوسِ بریں کی میراث پائیں گے۔ وہ اس فردوس میں ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن کریم میں المؤمنون اور المنافقون دو علیحدہ علیحدہ مستقل سورتیں ہیں۔ المؤمنون پہلے اتری (نمبر ۷۴) اور المنافقون بعد میں اتری (۱۰۴)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں مؤمنین کرام اور منافقین اکھٹے چلتے پھرتے نہ تھے، نہ دونوں کی ایک مخلوط سوسائٹی تھی۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح قرآن کریم میں پہلے مؤمنین پھر کافروں اور اس کے بعد منافقوں کا ذکر ہے جو اپنے ہاں خدا تعالیٰ کو اور مؤمنین کو دھوکہ دینے پر تلے ہوئے تھے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ (پ ۱، البقرہ ۹)

ترجمہ: دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور وہ دراصل کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو ہی اور نہیں سوچتے۔

اگر مؤمنین اور منافقین کی کوئی ایک مخلوط سوسائٹی ہوتی تو المؤمنون اور المنافقون دو علیحدہ علیحدہ سورتیں نہ ہوتیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ المؤمنون میں مؤمنین کو کیا ایمانی تمغے دیئے

① ۔ فلاح پانے والے

یہ وہی تمغہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ان کے ذکر کے بعد "وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" کہہ کر دیا ہے۔

② ۔ ان کی نمازوں کو خشوع والی نمازیں کہا

یہ وہی خشوع ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورہ الحدید میں ایمان کا نشان بتایا ہے:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ

الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۖ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

(پ ۲۷، الحدید ۱۶)

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں پر کہ خشوع کریں ان کے دل اللہ کی یاد میں اور جو اترا ہے سچا دین اور نہ ہوں وہ ان جیسے جن کو کتاب دی گئی اس سے پہلے۔ پھر دراز گزری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں۔

③۔ اللہ کے نیک بندے (عباد الرحمٰن) جو لغو امور سے کنارہ کش رہتے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ (پ ۱۹، الفرقان ۶۳)

ترجمہ: اور بندے رحمان کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت۔

یہ وہی تمغہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے سورہ المؤمنون میں مؤمنین کرام کو عطا فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○

④۔ زکوٰۃ بالفعل ادا کرنے والے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○ (پ ۱۸، المؤمنون ۴)

اور وہ لوگ جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے جس طرح غسل سے بدن پاک ہوتا ہے۔

⑤۔ وہ لوگ جو اپنی شہوت کو تھامتے ہیں:

یہ عفت ہے، یہ لفظ بہ مقابلہ نکاح ہے جو نکاح نہ کر سکے (اس کے پاس اس کے اخراجات نہ ہوں) وہ عفت اختیار کرے اپنی پاکدامنی میں رہے، شہوت رانی نہ کرے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ... (پ ۱۸، النور ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو تھامے رہیں جن کو نہیں ملتا سامان نکاح کا یہاں تک کہ مقدور دے ان کو اللہ اپنے فضل سے۔

سورہ المؤمنون کی آیت فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ پر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> بعض مفسرین نے حرمت متعہ پر بھی اس سے استدلال کیا ہے وفیہ کلام طویل لا یسعہ المقام راجع روح المعانی تحت ہذہ الآیۃ الکریمہ۔ (ص ۴۵۵)

اب پھر اس مضمون کی طرف لوٹیں کہ سورہ المؤمنون میں اللہ تعالیٰ نے کیا کیا ایمانی تمغے دیئے ہیں کہ اب ان کے ایمان میں کوئی شک اور تردد نہیں ہوسکتا۔ تاہم یہ پانچ تمغے جن کی ہم نے کچھ وضاحت کی ہے صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ حال عام صحابہ کا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو جس پاکیزہ حال سے نوازا وہی اس مسلم سوسائٹی میں اپنی مؤمنانہ شان سے نمایاں رہے۔ اس سوسائٹی میں مسلمان ہی اکثریت سے رہے اور اب تک ہیں اور انہی کو شیعہ عام طور پر اپنا بڑا بھائی کہتے ہیں۔

⑫ ۔ حضور ﷺ پر ایمان لانے والے اگلوں کے لئے دین کے گواہ

> وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا... (پ ۲، البقرہ ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تا کہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہ۔۔ (ترجمہ شیخ الہند ص ۲۷)

اس پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> یعنی جیسا تمہارا قبلہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اور تمام قبلوں سے افضل ہے ایسا ہی ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تا کہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیئے جاؤ اور محمد رسول اللہ ﷺ تمہاری عدالت وصداقت کی گواہی دیں۔

کسی عدالت میں ایک یا دو گواہ بھی مقبول الشہادۃ قرار پائیں تو ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے تو جہاں پوری امت مقبول الشہادۃ ٹھہرائی تو ان کے بیان پر یہ سب گواہان عالی قدر امت کے پیشوا اور حضور ﷺ کے خلفاء حق کیونکر نہ تسلیم کئے جائیں گے۔ حضرت شیخ الہند ؒ کی یہ بات بھی آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے:

> وسط یعنی معتدل کا یہ مطلب ہے کہ امت ٹھیک سیدھی راہ پر ہے جس میں کچھ بھی کجی کا شائبہ نہیں اور افراط و تفریط سے بالکل بری ہے۔
>
> (ص ۲۷ طبع سعودی عرب)

اب ان کے مقابلہ میں جو بھی کوئی گروہ ہوگا وہ معتزلہ ہوں یا قدریہ یا جہمیہ اور کرامیہ یا مشبہ اور خوارج وہ سب کسی صورت میں بھی اہلِ حق میں سے نہیں سمجھے جا سکتے۔ ما انا علیہ واصحابی کے مقابل جو بھی ہوگا وہ **کلھم فی النار** کا مصداق بنے گا۔

۲۸۔ ایمان لانے والوں کے لئے اور بڑھنے کا حکم

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ..... وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ... (پ۲۹، المدثر ۳۱)

ترجمہ: تا کہ یقین کر لیں وہ لوگ جن کو ملی ہے کتاب اور بڑھے ایمانداروں کا ایمان اور دھوکا نہ کھائیں جن کو ملی ہے کتاب اور مسلمان ۔۔۔۔ اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو مگر خود وہی ۔۔۔

ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی مل کر نہیں کر سکتے لیکن یاد رہے کہ فرشتہ کی یہ قوت اسی دائرہ میں ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا حضرت جبریل چشم زدن میں وحی لا سکتے ہیں، لیکن پانی برسانا انکا کام نہیں، جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا آنکھ سن نہیں سکتی۔ (ص ۷۶۴ طبع سعودی عرب)

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک نظام ہے اس میں ایمان والوں کے ایمان بڑھنے کا ذکر ہے۔

ایمان صرف اس صورت میں بڑھ سکے گا جب پہلا ایمان مخلصانہ ایمان ہو جو منافقانہ ایمان ہے اس میں اظہار ایمان تو ہے لیکن اس میں بڑھنے کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سو جو خوش قسمت پہلے ایمان لا چکے ان کے ایمان میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

جب قرآن کریم میں ایمان والوں کے ایمان بڑھنے کی یہ تصریح ہے تو اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس دور کے ایمان لانے والے مخلصانہ ایمان رکھتے تھے اور اب تک وہی مؤمنین دنیا میں چلے آ رہے ہیں اور انہی کی اسلام کی ان پندرہ صدیوں میں اکثریت رہی ہے اور انہی کو شیعہ مجتہدین اپنا بڑا بھائی کہتے ہیں۔ منافقین ان دنوں بھی ایک اقلیت تھے اور آج تک اقلیت میں ہیں انہیں اپنے عقیدہ کو قائم رکھنے کے لئے تقیہ کی چادر زیب تن کرنا پڑتی ہے جو مذہب از خود عقلا اور نقلا قائم نہ رہ سکے، اسے اس کے لئے کوئی چال چلنی پڑے اس سے بڑا اس کے غلط ہونے پر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ سچ اپنے پاؤں چلتا ہے اور جھوٹ کو چلنے کے لئے پاؤں لگانے پڑتے ہیں۔

㉙۔ ایمان والوں کے لئے ایمان میں اور بڑھنے کا عمل

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ .... (پ۵، النساء ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب (قرآن) پر جو اس کے رسول پر اتاری گئی اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اتاری گئیں۔

اس آیت میں ایمان کا لفظ دو دفعہ وارد ہے۔ دوسری دفعہ یہ ایمان مفصل ہے پہلا لفظ ایمان مزید علیہ اور دوسرا مزید۔ مزید، مزید علیہ کو ہی تقویت دے رہا ہے، ایمان کا بڑھنا اسی معنی میں ہے یہاں جس ایمان کے بڑھنے کی خبر دی گئی وہ اس حکم الٰہی سے ہی بڑھ رہا ہے۔

یہ کن کا ایمان بڑھ رہا ہے؟ جمہور مسلمانوں کا جو پہلے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے اپنے

ایمان کی تصدیق پا چکے اب بھی جو نادان کہے کہ صحابہ کا ایمان ثابت کرو اس سے کہیں خدا کی طرف سے انہیں ایمان کی تصدیق مل چکی ہے اب اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہری ایمان نہیں دو دفعہ لفظ اٰمَنُوْا (جملہ خبریہ) اور اٰمِنُوْا (جملہ انشائیہ) مؤمنین کے ایمان کے مزید اور مزید علیہ ہیں۔ جن مؤمنین کے لئے یہ آیت وارد ہے ان کے ایمان میں اب کسی شک و تردد کو راہ نہیں مل سکتی۔ و کفیٰ باللّٰہ شھیدا۔

اس آیت پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> یعنی جو اسلام قبول کرے اس کو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر دل سے یقین لائے۔ اس کے ارشادات میں سے اگر کسی ایک ارشاد پر بھی یقین نہ لائے گا تو وہ مسلمان نہیں۔ صرف ظاہری اور زبانی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ یعنی ظاہر میں تو مسلمان ہوئے اور دل میں مذبذب رہے اور آخر کو بے یقین لائے ہی مر گئے ان کو نجات کا راستہ کہیں نہیں ملے گا وہ کافر ہیں۔ ظاہر کی مسلمانی کچھ کام نہ آئے گی۔ (ص ۱۳۱ طبع سعودی عرب)

اسلام میں آنے کے لئے تو سب دین کو ماننا ضروری ہے لیکن نکلنے کے لئے سارے دین کا انکار ضروری نہیں کوئی دعویدار اسلام مؤمن بہ امور میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرے تو وہ اسلام سے نکل جاتا ہے مسلمان نہیں رہتا۔

㉚ ۔ حضور ﷺ کے سامنے آپ کے سب صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان کی فتح پا چکے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ
اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○

(پ ۳۰، النصر)

ترجمہ: جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فتح ہو جائے اور آپ دیکھیں لوگوں کو دین میں غول کے غول داخل ہوتے، تو تسبیح و استغفار میں لگ جائیں اور اللہ سے اپنے گناہ بخشوائیں، بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔

اس سے پہلے مدینہ منورہ مسلمانوں کا دار السلطنت تھا، مشیت ایزدی یہ تھی کہ مکہ مکرمہ اللہ

کا دار السلطنت بنے، یہ سورہ نصر کب نازل ہوئی جب مکہ فتح ہو گیا۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> بڑی فیصلہ کن چیز یہ تھی کہ مکہ معظمہ جو گویا زمین پر اللہ کا دار السلطنت ہے فتح ہو جائے۔ اسی پر اکثر قبائلِ عرب کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سارا جزیرہ عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا۔ اور جو مقصد نبی کریم ﷺ کی بعثت سے تھا پورا ہوا۔ یعنی سمجھ لیجئے کہ مقصود بعثت کا اور دنیا میں رہنے کا (جو تکمیل دین و تمہید خلافت کبریٰ ہے) پورا ہوا، اب سفر آخرت قریب ہے۔ لہذا ادھر سے فارغ ہو کر ہمہ تن ادھر ہی لگ جایئے اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کی تسبیح و تحمید اور ان فتوحات اور کامیابیوں پر اس کا شکر ادا کیجئے۔

حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس سورت کے لفظ استغفار پر لکھتے ہیں:

> یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہے فیصلہ کا (مکہ کی فتح کا)، اور کافر شتابی کرتے تھے۔ حضرت ﷺ کی آخری عمر میں مکہ فتح ہو چکا، قبائلِ عرب دَل کے دَل مسلمان ہونے لگے۔ وعدہ سچا ہوا۔ اب امت کے گناہ بخشوایا کر کہ درجہ شفاعت کا بھی ملے۔ یہ سورت (نمبر ۱۱۴) اتری آخر عمر میں، حضرت ﷺ نے جانا کہ میرا جو کام دنیا میں تھا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا۔ (موضح القرآن)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس سے مراد امت کے گناہ لئے ہیں ان کا یہ بیان تفسیر میں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اسے ترجمہ قرآن کنز الایمان میں لکھ کر قواعدِ عربی کا خلاف کیا ہے۔ اس کا ترجمہ ان الفاظ سے کہ ”گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور پچھلوں کے“ کسی نے نہیں کیا۔ مولانا محمد اشرف کچھوچھوی نے اس کی اصلاح کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ ”گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے“ یہ اس سے نکال دیئے ہیں تا کہ قواعدِ عربی کو اس طرح چھوڑنا زیادہ محسوس نہ ہو۔

ہم یہاں عظمت الاصحاب فی بیان ام الکتاب کی تیسویں آیت کا بیان ختم کرتے ہیں اور آگے چلتے ہیں۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ اَمْرِہٖ۔

ان تیس آیتوں میں قارئین کئی آیتوں کا بار بار پیش کیا جانا محسوس کریں گے، یہ تکرار نہیں قرآن کریم کی کئی آیات اپنی دلالت میں مختلف جہات رکھتی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں کئی ایسے واقعات بھی آئے جو اپنی اپنی جہت سے مختلف پیراؤں میں ان کے ایمان کی شہادت بنتے ہیں۔ ان تیس آیات کی صحابہ کے ایمان پر دلالت اپنے اپنے استدلال سے ہے اس لئے ان کے ایمان کے ثبوت میں کئی آیتوں کو بار بار لایا گیا ہے۔ یہ گویا ایک ہی بات کی تاسیس ہے، تکرار نہیں۔ ہمارے قارئین کرام اس ضرورت کو اس طرح محسوس فرمائیں تو ان تیس آیات کا اندازِ بیان کسی کی نظر میں تکرار محسوس نہ ہوگا۔ اس پر ہم ان آیات کا بیان یہاں ختم کرتے ہیں۔ عظمتِ صحابہ پر اب ہم ایک دوسرے مضمون کا رخ کرتے ہیں۔

تحریک تنظیم اہلِ سنت پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ فاضلِ دیوبند حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۵۳ء میں جب پابند سلاسل کر دیا گیا تھا تب حضرت شاہ صاحب نے منٹگمری (ساہیوال) اور لاہور کی جیل میں بیٹھ کر ایک نہایت خوبصورت کتاب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت پر ''الاصحاب فی الکتاب'' کے نام سے لکھی تھی۔ تنظیمِ اہل سنت پاکستان کی خدمات میں سے یہ ایک نہایت جلی خدمت ہے۔ مناظرِ اعظم تنظیمِ اہلِ سنت پاکستان ملتان حضرت مولانا عبد الستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کی بہت توصیف کرتے تھے اور صدر المبلغین حضرت علامہ دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ اسے فصاحت و بلاغت کا ایک مرقع کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی ان خدمات قدسیہ کو قبول فرمائے۔ راقم الحروف بھی اس دور میں اس ٹیم کا ایک ورکر رہا ہے، بے اختیار دل چاہتا ہے کہ اس کتاب کے آخر میں اس کتاب ''الاصحاب فی الکتاب'' کی ایک پرانی حسین یادگار کے بھی کچھ اوراق بطور یاد لگا دیئے جائیں۔

حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند جب جیل سے رہا ہوئے تو جناب ملک شیر محمد اعوان صاحب نے ان کی اس شاندار تحریر پر از خود یہ تبصرہ رقم فرمایا ہم اسے

شکریہ کے ساتھ یہاں ہدیہ قارئین کرتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں اپنے عقیدت کے پھول ان کی رقم کردہ کتاب ”الاصحاب فی الکتاب“ سے اپنے انتخاب سے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ واللہ ھو الموفق لما یحبہ ویرضیٰ بہ

* * *

تبصرہ

جناب ملک شیر محمد خان صاحب اعوان (سابق) صدر بلدیہ کالاباغ

[لاہور سینٹرل جیل سے جب میں نے ''الاصحاب فی الکتاب'' کے مسودہ کی کاپیاں دفتر تنظیم میں بھیجیں تو اتفاق سے جناب ملک صاحب دفتر میں تشریف فرماتھے، کاپیاں آپ کی نظر سے گزریں۔ جب میں جیل سے باہر آیا تو آپ نے اپنے تاثرات سے مجھے مطلع کر کے کتاب پر تبصرہ کی پیشکش فرمائی جسے میں نے شکریہ کے ساتھ قبول کرلیا۔ محترم ملک صاحب کا یہ تبصرہ اس کتاب کی پہلی اشاعت پر کیا گیا ہے جو ۵۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ بخاری]

حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت (ایک روایت کے مطابق) ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کسی پیغمبر، کسی ہادی اور کسی مصلح کی تعلیم نے اتنی بڑی جماعت کو اپنے رنگ میں نہیں رنگا جتنی بڑی جماعت کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں رنگ دیا تھا۔

جس طرح درخت اپنے پھل، شیخ اپنے مرید، استاد اپنے شاگرد اور معالج اپنے مریض سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح ایک ہادی و رہنما کی تعلیم کا حال اس کے پیروؤں کے عقائد و اعمال سے معلوم ہوتا ہے جو براہِ راست اس سے متاثر ہوئے۔

جمال ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عدالت میں کوئی دعویٰ بغیر دلیل کے مسموع نہیں ہوسکتا چنانچہ قرآن حکیم نے اس اصول کے حسب فحواء اسلام کی صداقت کے دعوی کے ثبوت میں یثرب کے دارالشفا میں قرآن کے نسخہ سے شفایاب ہونے والوں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو بطور شاہد پیش کیا ہے۔ آج بھی اسلام کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت بیان کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کیونکہ صحابہ

کی اخوت، مساوات، حریت، دیانت، صداقت، عدالت، استقامت، اطاعت رسول، اتفاق، ایثار اور عبادت گزاری کے عملی واقعات بیان کئے بغیر اسلام کے چہرہ روشن کی نقاب کشائی نہیں کی جا سکتی۔

ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلا واسطہ تعلق نہیں بلکہ جناب رسالت مآب ﷺ کی وساطت سے تعلق ہے۔ وہ حضور ﷺ پر ایمان لائے اور انھوں نے اقامت دین کی جدوجہد میں حضور ﷺ کے زیر سایہ کفار قریش کے ہاتھوں بڑی بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں، فاقے کاٹے، تلواروں کے زخم کھائے، بیگانوں اور یگانوں کے طعنے سنے، مال کا ایثار کیا مگر ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ حضور ﷺ نے ان کو اپنی آغوش صحبت میں تربیت بخشی، ان کو کتاب وحکمت سکھائی، ان کے نفوس کا تزکیہ اور تصفیہ کیا، انہیں بہترین اخلاق وآداب سے اس حد تک آراستہ وپیراستہ کیا کہ عرب کے غیر مہذب بادیہ نشین کلمہ طیبہ پڑھتے ہی ایسے دانا وبینا اور مہذب وشائستہ بن گئے کہ دنیا نے انہیں اپنا معلم اخلاق تسلیم کرلیا۔

حضور ﷺ کے فیضانِ صحبت سے اگر ایک طرف خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن الجراح، سعد بن وقاص اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جیسے ”جہانگیر و جہاندار و جہاں آرا“ پیدا ہوئے جنھوں نے مہتم بالشان حکومتوں کے تختے الٹ دیئے، تو دوسری جانب صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم جیسے اعلیٰ، مدبر اور منتظم جہاں بان بنے۔ اگر ایک طرف ابوذر غفاری اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما زہاد وعباد بنے دوسری جانب حکیم بن حزام اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما جیسے متمول تاجر تیار ہوئے۔ اگر ایک طرف علی المرتضی، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے اعلیٰ مقنن اور منصف پیدا ہوئے تو دوسری طرف ابوہریرہ، انس بن مالک اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جید اساتذہ علم دین تیار ہوئے۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور کے پیغام کو روم کے قصروں، ایران کے آتشکدوں، افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور یورپ کے کلیساؤں تک پہنچایا۔ ان کے زمانہ خلافت میں دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں ان کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں۔ جہاں کہیں

مقابلہ ہوا وہ غالب رہے۔ قیاصرۂ روم اور اکاسرۂ ایران ان کے نام سے رعشہ براندام تھے۔ انہوں نے ایسے عدل و انصاف کے ساتھ جہاں بانی کی کہ اس وقت کی غیر مسلم اقوام بے اختیار کہہ اٹھیں:

”خدا کی قسم! ارض و سماء ان کے انصاف کے بل پر قائم ہیں“

جہاں کہیں وہ فاتح بن کر مسند اقتدار پر متمکن ہوئے وہاں دوست دشمن ہر ایک نے محسوس کیا کہ زندگی کے سارے مسائل کی چولیں ٹھیک اپنی جگہ پر بیٹھ گئی ہیں توازن اور عدل زندگی کے ہر گوشے میں کارفرما ہوگیا ہے۔ ان کے اوصافِ حمیدہ اور اعمالِ ستودہ سے متاثر ہوکر اقوام عالم فوجاً فوجاً اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئیں اور اقل قلیل مدت میں بحر اٹلانٹک کے مشرقی ساحل سے لے کر بحر الکاہل کے مغربی ساحل اور ان کے جزائر تک پرچم اسلام لہرانے لگا اور باوجودیکہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت مسلمانوں کا شمار چار لاکھ سے زائد نظر نہیں آتا مگر بقول ”نیویارک ٹائمز“ آج دنیا میں ستر کروڑ مسلمان موجود ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرت کی نشر و اشاعت سے اہل سنت کا مقصودِ نظر یہ ہے کہ دنیا پر یہ حقیقت منکشف ہوجائے کہ جس معلم کے تلامذہ ایسے باکمال تھے، خود اس کی شخصیت کس قدر جامع کمالات ہوگی۔ جس ہادی نے ایسے بلند کردار پیرو پیدا کیے، خود اس ہادی کی عظمت وجلالت کا کیا مقام ہوگا۔

اگر کوئی گستاخ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل و کمالات کا منکر ہے اور وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ (معاذ اللہ) پانچ افراد: (۱) علی، (۲) مقداد، (۳) ابوذر، (۴) سلمان فارسی، (۵) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ سب صحابہ (معاذ اللہ) منافق تھے اور وہ حضور ﷺ کی وفات کے معابعد گمراہ ہوگئے تھے تو اس عقیدہ کی سب سے زیادہ ضرب معاذ اللہ خود صاحب رسالت و نبوت ﷺ کی ذات گرامی پر پڑتی ہے کہ آپ نے تئیس سال تبلیغ کی، آپ کے مواعظ حسنہ میں اس قدر بھی اثر نہ تھا شب و روز کے مصاحب، سفر وحضر کے رفقاء کماحقہٗ مستفید و مستفیض ہوسکیں اور آپ ﷺ کی تعلیم سے ان کا تزکیہ نفس ہوجائے۔ بہ الفاظِ دیگر قرآن میں جو فرمایا گیا

"ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمہ" وہ غلط ثابت ہوا اور آپ کو اپنے مشن میں کامیابی حاصل نہ ہوئی اور آپ پانچ افراد کے سوا کسی کو مسلمان نہ بنا سکے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن نازک حالات میں خلافت کا کام سنبھالا، دینِ اسلام کی اشاعت کی اور جس عدل وانصاف کے ساتھ حکمرانی کی غیر مسلموں کو بھی اس کا اعتراف ہے۔

الفضل ما شھدت بہ الاعداء

اس سلسلے میں مجھے برِعظیم پاک وہند کی تاریخ کا ایک ایسا واقعہ یاد آتا ہے جس کا حوالہ دیے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ ۱۹۳۷ء میں جب برطانوی ہندوستان کے متعدد صوبوں میں کانگرسی وزارتیں قائم ہوئیں اس وقت ان وزارتوں کو ہندو قوم کے سب سے بڑے رہنما گاندھی جی نے عجیب وغریب مشورہ دیا۔ گاندھی جی کا مشورہ یہ تھا کہ:

> "کانگرسی وزارتیں صوبوں کے سیاسی انتظام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کیے ہوئے بلند نمونے کی تقلید کریں"

مجھے اس سے بحث نہیں کہ کانگرسی وزارتوں نے گاندھی جی کے اس مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کی یا نہ کی لیکن یہ مشورہ ہمارے لئے مقامِ عبرت ضرور ہے۔

غنی روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

جب غیروں کو ہمارے گھر کی شمعوں کی روشنی یوں نظر آتی ہے اور وہ اس سے مستفید ہونا چاہتے ہیں تو پھر ہم اپنے اس حق سے فائدہ اٹھانے کے لئے کیوں مضطرب نہ ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توصیف میں غیر مسلموں نے جو کچھ لکھا ہے اگر میں وہ تمام وکمال جمع کردوں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوجائے گی اس لیے بخوفِ طوالت صرف دو اقتباسات درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ہو۔

؎ تو خود حدیثِ مفصل بخواں ازیں مجمل

یورپ کا ایک متعصب نصرانی مؤرخ لکھتا ہے:

عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (ﷺ) کے مسائل نے وہ نشہ دین آپ

> کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے، ان کا نشۂ دین جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چل دیے۔ برعکس اس کے محمد (ﷺ) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔
>
> (اپالوجی گاڈفری آیگس ترجمہ اردو ص ۶۶، ۶۷)

سرولیم میور لکھتا ہے:

> ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی قوت کا راز وہ ایمان راسخ تھا جو آپ محمد (ﷺ) پر لائے تھے ہمیشہ آپ کے پیش نظر یہی سوال رہتا تھا کہ محمد ﷺ کا کیا حکم تھا یا اس وقت وہ ہوتے تو کیا کرتے۔ اس سوال کے جواب پر عمل کرتے وقت وہ اپنے معیار سے سرِمو تجاوز نہ کرتے، اس طرح آپ نے شرک اور بت پرستی کو پامال کر دیا اور اسلام کی بنیاد استوار کی۔
>
> آپ کا عہد مختصر تھا مگر محمد (ﷺ) کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس کا اسلام کو آپ سے زیادہ ممنون اور مرہونِ احسان رہنا چاہیے کیونکہ ابوبکر کے دل میں محمد ﷺ کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود محمد ﷺ کے خلوص اور صداقت کی ایک زبردست شہادت ہے۔ (لائف آف محمد ﷺ)

قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان و اخلاص اور عظمت و تقدیس کی مدح و ثنا پر مشتمل ہے۔ جن لوگوں کا مداح خود رب العرش ہے ان کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانا آیات قرآن کو جھٹلانا ہے۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت تک کوئی چیز مختلف فیہ نہ تھی۔ انکارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا فتنہ زمانۂ شیخین سے بعد کی سیاسی الجھنوں، منافقین کی دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کی پیداوار ہے۔

ضرورت تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقامِ بلند قرآن حکیم کی روشنی میں پیش کیا جاتا۔ انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری ناظم تنظیم اہلسنت پاکستان

نے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کامیاب سعی فرمائی ہے۔

اور ایک معرکۃ الآراء کتاب الموسوم بہ ''الاصحاب فی الکتاب'' لکھ کر ملت اسلامیہ پر احسان عظیم کیا ہے۔

شاہ صاحب کی عظیم شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی ذات وقت کی بہت مغتنم ہستیوں میں ہے۔ علماً بھی عملاً بھی، فکر ونظر کی رسائیوں کے لحاظ سے بھی، اخلاص وایثار کی گہرائیوں کے اعتبار سے بھی، آپ جہاں ایک آتش نوا خطیب ہیں وہاں ایک سلجھے ہوئے صحافی اور منجھے ہوئے ادیب بھی ہیں۔ آپ ۱۹۵۳ء میں سیفٹی ایکٹ کے ماتحت (بسلسلہ تحریک ختمِ نبوت ﷺ) پابندِ سلاسل کردیے گئے تھے چنانچہ آپ نے منٹگمری اور لاہور جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بیٹھ کر یہ کتاب لکھی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وتقدیس قرآن حکیم کی روشنی میں بیان کی ہے۔ آپ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے تعلیمات قرآن کو معیار قرار دیتے ہوئے ایسے براہینِ قاطعہ اور دلائل ساطعہ پیش کئے ہیں جن کا جواب مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

یہ اپنے موضوع پر پہلی محققانہ تالیف ہے اس سے پہلے اردو کا ذکر ہی کیا عربی میں بھی اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی''۔ (الاصحاب فی الکتاب ص ۶۲۳ تا ۶۳۲)

حضرت شاہ صاحب کے اپنے قلم سے یہ عقیدت کے پھول جھڑتے ملاحظہ فرمائیں:

حضرت شاہ صاحب کی تحریر

''اگر کسی مجلس میں ''حب اہل بیت'' کے نام پر بغضِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مظاہرہ کیا جاتا ہو، حضرات شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے مصائب کے عنوان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مطاعن کی بارش ہوتی ہو اور آل رسول ﷺ پر کئے گئے مظالم بیان کرتے ہوئے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے جاتے ہوں تو جو لوگ ان میں شرکت کرتے ہیں وہ ان آیات قرآنی وارشادات ربانی کی روشنی میں اپنا مقام خود تلاش کرلیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

خاقانیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق نے کیا خوب کہا ہے:

اے ذوق نہ کر نور میں آمیزشِ ظلمت
کیا کام تبرا کو محبت میں علیؓ کی

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن ؒ نے اس موقع پر کیا خوب لکھا ہے:

"اس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص مجلس میں اپنے دین پر طعنہ اور عیب سنے اور پھر انہیں میں بیٹھا سنا کرے اگرچہ آپ کچھ نہ کہے، وہ منافق ہے۔

(حاشیہ قرآن کریم مترجم شیخ الہندؒ)

قیام پر پہرہ

قعود کے بعد اب قیام پر رب العزت کی نگہداشت ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمایا:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (پارہ ۱۰، التوبہ ۸۴)

ترجمہ: اور (اے رسول مقبول) آپ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی نماز (جنازہ) نہ پڑھئے اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوئیے (کیونکہ) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت (کفر و) فسق ہی میں مر گئے ہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے اس آیت کا شان نزول جو منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین مر گیا تو اس کے بیٹے (وہ صحابی تھے) کی درخواست پر حضور ﷺ نے کفن کے لیے اپنا قمیص مبارک دے دیا اور نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ آڑے آئے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وہی خبیث تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت اسلام سے غداری کی اور ہمیشہ کفر و نفاق کا علمبردار رہا۔

حضرت عمرؓ کی غیرتِ ایمانی میں جوش و تلاطم کی یہ کیفیت تھی کہ حضور ﷺ کا دامن مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز پڑھتے ہیں کیا اللہ تعالی نے آپ کو یہ نہیں فرمایا:

اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ (پ۱۰، التوبہ ۸۰)

آپ نے ارشاد فرمایا عمر مجھے اللہ تعالیٰ نے استغفار کرنے سے منع نہیں کیا، اختیار دیا ہے ستغفار کروں یا نہ کروں، یہ خدا کا فعل ہے ان کو معاف نہ فرمائے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ''اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر دفعہ سے زیادہ استغفار کرتا''

تو معلوم ہوا کہ حضور بھی حضرت عمر ؓ کی طرح دعا و استغفار کو اس لعین کے حق میں غیر مفید سمجھتے تھے۔ بات یہ ہے کہ آپ ﷺ پر رحمت کا غلبہ تھا اور آپ رحمت و شفقت کا عام مظاہرہ فرما رہے تھے۔ حضرت عمر ؓ مجسم غیرت تھے اور حضور ﷺ سراپا رحمتِ مجسم، وہ غیرتِ حق کا پیکر تھے اور آپ سراپا رحمت، رحمت اللعالمین! وہ دینی غیرت کے جوش و جذبہ سے مغلوب ہو کر ایک دشمنِ دین، شقی ازلی کے حق میں دعا و استغفار سے حضور کو روک رہے ہیں اور حضور ﷺ وفورِ رحمت اور جوشِ شفقت کے باعث ایک مردود و ملعون کے لیے دعا و استغفار فرما رہے ہیں۔

اللہ اللہ! کیا شان ہے رحمت عالم ﷺ کی رحمت کی کہ عمر بھر کے دشمن و بدخواہ اور شدید ترین معاند اور بداندیش کی مغفرت کے لئے مضطرب ہیں اور کیا شان ہے فاروق اعظم ؓ کی غیرت کی کہ امام الانبیاء سید المرسلین کا دامنِ مبارک تھام تھام کر عرض کر رہے تھے کہ حضور ایسا نہ کیجئے! اس بے ایمان کا جنازہ نہ پڑھائیے، آخر کار رحمت غیرت پر غالب آئی، نبوت نے امامت کی اور حضور ﷺ نے نماز جنازہ شروع کر دی۔

ایمان عمر ؓ کا سخت امتحان

اب دیکھئے حضرت عمر ؓ کا ایمان! دینی جذبات و احساسات کچلے گئے ہیں مگر پرواہ نہیں۔ عرض کیا، حضور ﷺ نے منظور نہیں فرمایا تو اب مقابلہ و مجادلہ اور مقاطعہ و معارضہ وغیرہ کچھ بھی نہیں، سرِ تسلیم خم ہے اور سب سے پہلے صف میں کھڑے ہیں۔

خدا لگتی کہئے! اس سے زیادہ سخت امتحان کسی کے ایمان کا ہوا؟ قطعاً نہیں! اشد شدید

آزمائش تھی جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مبتلا ہوئے اور بفضلہٖ تعالیٰ سولہ آنے پورے اترے۔ رضی اللہ عنہ وعنہم۔

بہرحال آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی رائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی لیکن حضور ﷺ کی نبوت کا احترام و اعزاز بھی ملحوظ تھا اس لئے اس دوران میں خاموش رہے اور رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا۔

مقام نبوت

نبوت سب کی مطاع ہوتی ہے، کسی کی مطیع نہیں ہوتی، مطیع ہوتی ہے تو ایک خدا کی۔ عمر رضی اللہ عنہ کا روکنا گو حق بجانب ہو مگر عمر رضی اللہ عنہ کو کیا حق ہے کہ حضور ﷺ کو روکے۔

اللہ میاں نے نبوت کے اس مقام کا احترام فرمایا۔ جب نبوت کے تقاضے پورے ہو گئے اور جو کچھ حضور ﷺ چاہتے تھے کر گزرے، نماز جنازہ پڑھائی گئی تو اب وحی نازل ہوئی۔ جبرئیل امین آئے اور اللہ کا پیغام لائے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (پ۱۰، التوبہ ۸۴)

وحیٔ ربانی نے غیرت فاروقی کی حمایت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے موافقت فرمائی اور آئندہ منافقین کا جنازہ پڑھنے اور کفن دفن میں حصہ لینے سے صریح ممانعت فرما دی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے کسی منافق کی جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

قیام علی القبر

رب العزت نے صرف کفار و منافقین کی میت پر قیام و صلوٰۃ ہی کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ ان کی قبور پر قیام کی بھی ممانعت فرما دی، اس کے بعد حضور ﷺ کسی بے ایمان کی قبر کے باہر نہیں کھڑے ہو سکتے۔

ایک نکتہ

باہر تو کھڑے نہیں ہو سکتے ہاں اندر سو سکتے ہیں۔ قبر سے پانچ فٹ دور باہر تو ایک منٹ

کے لئے قیام نہیں فرما سکتے مگر روضۂ اقدس ﷺ کے اندر پہلو بہ پہلو قیامت تک استراحت فرما سکتے ہیں۔ فتدبر

سوچنے کا مقام ہے کہ جس خدا کی غیرت حضور ﷺ کی ذات پاک کو اعدائے دین کی قبر کے قریب باہر کھڑا نہیں دیکھ سکتی وہ خدا قیامت تک آپ کی ذات پاک کو معاذ اللہ ان کے پہلو میں کس طرح آرام فرما دیکھ سکتا ہے؟

حضرت علی ؓ کی ذمہ داری

اگر معاذ اللہ حضرات شیخین ؓ تقدس مآب نہ ہوتے تو حضرت علی ؓ ان کو روضۂ رسول ﷺ میں کبھی دفن نہ فرماتے، آپ کا فرض تھا کہ ان کی ذات پاک کو آغوش رسالت میں دفن نہ ہونے دیتے۔

جب سیدنا حضرت علی ؓ اپنے مبارک کندھوں پر ان حضرات کے جنازے اٹھا اٹھا اور اپنے ہاتھوں سے قبر کھود کھود کر انہیں دفن فرما رہے ہیں تو ان کی عظمت و تقدیس اور صداقت و امامت میں ادنیٰ سے شک و شبہ کی گنجائش کہاں؟

اگر کہا جائے کہ ان حضرات کی تدفین میں حضرت علی ؓ کی کوئی ذمہ داری نہیں اور یہ ان کی رائے عالی کے خلاف پہلوئے نبوت میں دفن کئے گئے تھے تو:

❶۔ کیا شان ہے جلالتِ صدیق و فاروق کی! کہ بعد وفات بھی زندہ علی ؓ پر غالب ہیں۔ جب یہ نعوذ باللہ "مردہ" ہو کر بھی زندہ علی ؓ بلکہ زندہ نبی ﷺ اور زندہ خدا پر غالب ہیں تو ان کا کلمہ پڑھنا چاہیے نہ کہ الٹا ان سے تبرا کرنا چاہیے۔

❷۔ آخر یہ کیسے اسد اللہ الغالب ہیں جو شیخین کی حیات مقدسہ میں بھی معاذ اللہ "مقہور و معتوب" رہتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان سے مغلوب رہتے ہیں اور وہ ان کی رضا کے خلاف روضہ رسول ﷺ میں دفن ہو جاتے ہیں۔

❸۔ چلو تدفین صدیق ؓ کے وقت تو خلافت فاروق اعظم ؓ کی تھی اور تدفین فاروق ؓ کے وقت عثمان ؓ کی اور سیدنا علی ؓ مجبور و مظلوم اور بے اختیار تھے مگر کبھی آپ

کے ہاتھ میں زمامِ اختیار آئی بھی؟ اگر کبھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی اقتدار عطا فرمایا تو اس وقت؟ پھر اس وقت اس ''غصبِ عظیم'' کی اصلاح کیوں نہیں فرمائی۔

④ ۔ جب دوسرے لوگ اپنے زورِ اقتدار سے ناجائز طور پر ان حضرات کو دفن کر سکتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ اقتدار میں جائز طور پر انہیں نکال کیوں نہیں سکتے۔

بعض شرفاء کہتے ہیں کہ روضہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دفن ہونا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے باعثِ فضیلت نہیں ہوسکتا جب کہ کعبۃ اللہ میں بت موجود رہے۔

سوال یہ ہے کہ:

⑤ ۔ بت موجود تھے یا ہیں؟

ا۔ بت کعبۃ اللہ میں تھے اور یہ حضرات روضہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہیں۔

ب۔ بت حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کعبہ میں مکین تھے اور یہ حضرات حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد قیامت تک روضۂ اقدس میں جاگزیں ہیں۔

ج۔ بتوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پاؤں کی ٹھوکر سے حرم کعبہ سے باہر نکال پھینکا اور ان حضرات کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر حریم نبوت کے اندر جگہ دی۔

⑥ ۔ اگر ــــ خاکم بدہنِ گستاخ ــــ یہ حضرات بھی ''بت'' تھے تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے گھر کو تو بتوں سے پاک کیا مگر اپنے محسن اور محبوب رسول ﷺ ــــ جنہوں نے آپ کو اللہ سے روشناس کیا ــــ کے گھر کو معاذ اللہ ان بتوں سے صاف نہ کیا؟

⑦ ۔ کعبہ اللہ کو تو اس وقت پاک صاف کیا جبکہ ان کے ہاتھ میں زمامِ اقتدار نہ تھی اور کاشانۂ رسالت کو اس وقت بھی صاف نہ کیا جبکہ آپ کو اقتدار حاصل تھا اور حضور ﷺ ہی کے صدقہ میں۔

⑧ ۔ جہاں اللہ تعالیٰ بیٹھے نہیں وہاں سے تو بت نکال کر گندی نالیوں میں پھینک دیئے اور جہاں اللہ کے رسول قیامت تک لیٹے ہیں وہاں الٹا اپنے کاندھوں پر لا کر دفن فرما دیئے۔ ان ھٰذا الشیء عجیب.

خلاصہ یہ کہ اگر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی ذات پاک کو ہدف مطاعن بنایا گیا تو پھر لازمی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل بھی زیر بحث آئے گا اور حیدر کرار بھی آپ کے نشانہ جور و جفا بنیں گے اور تیرِ بیداد سے کوئی بھی بچ کر نہیں رہ سکے گا۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

آپ ان حضرات کی بارگاہ میں سرِ نیاز جھکا اور ان راہ میں چشم ہائے محبت بچھا دیجئے آپ ان کے قدوم تقدس لزوم پر جبین عقیدت رکھ دیجئے پھر نہ کوئی الجھن پیش آئے گی نہ مشکل! ہر ایک چیز مشین کے پرزوں کی طرح اپنی اپنی جگہ پر فٹ ہوتی چلی جائے گی۔

تری ہر ادا میں بل ہے تیری ہر نگہ میں الجھن
مری آرزو میں لیکن کوئی پیچ ہے نہ خم ہے

نظر پر پہرہ

قیام وقعود اور صحبت ومجالست کے بعد اب نظر پر پاسبانی ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ○ (پ ۱۶، طٰہٰ ۱۳۱)

ترجمہ: اور آپ ان چیزوں کی طرف ہرگز آنکھ اٹھا کر (بھی) نہ دیکھئے جن سے ہم نے مختلف کفار کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے دنیاوی زندگی کی رونق (زینت و آرائش) کی چیزیں! اور آپ کے رب کا دیا ہوا رزق بدر جہا بہتر ہے اور بہت دیر پا ہے۔

حضور تو کفار کے مال ومتاع اور ساز وسامان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکتے۔

دل پر پہرہ

نظرِ اقدس کے بعد اب قلب اطہر پر پہرہ کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمایا:

وَإِن كَادُوا۟ لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ ٱلَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ لِتَفْتَرِىَ عَلَيْنَا غَيْرَهُۥ ۖ وَإِذًا لَّٱتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ○ وَلَوْلَآ أَن ثَبَّتْنَٰكَ لَقَدْ كِدتَّ

تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ○ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ○ (پ ۱۵، الاسراء ۷۵،۷۵)

ترجمہ: اور واقعی (کافر) لوگ قریب تھے کہ آپ کو اس چیز سے بہکا دیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تا کہ آپ اس وحی کے سوا ہم پر بہتان باندھ لیں اور اس وقت وہ ضرور آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے۔

اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو بالیقین آپ ان کی طرف ذرہ بھر جھکنے کے قریب جا پہنچتے (خدانخواستہ اگر ایسا ہوتا تو) اس وقت ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد وفات (معاذ اللہ) دوسرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلہ میں اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔

"تَرْكَنُ" رکون سے ہے، رکون ادنیٰ جھکاؤ اور خفیف ترین میلان قلب کو کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ شیئاً، پھر قلیلا، فرمایا گیا تو اس میں مزید قلت وخفت پیدا ہوگئی اور ادنیٰ سے ادنیٰ ترین قلبی رجحان رہ گیا مگر اس کا بھی وقوع عمل میں نہیں آیا۔ "کِدتَّ" فرما کر قلب وصدر کے اس ادنیٰ ترین رجحان ومیلان تک کے وقوع وصدور کو بھی ختم فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

حضور ﷺ کی پاکیزگی فطرت اور نفسی طہارت کا انتہائے کمال

اب تو آپ اللہ کے معصوم پیمبر ہیں، پروردگار خود آپ کی عصمت کا کفیل ہے۔ فضلِ ربانی زلّاتِ بشری سے آپ کی نگہبانی کرتا ہے اور قدوم معصوم میں ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش بھی نہیں آسکتی۔ اب تو معصیت کا تصور اور کفار کی طرف توجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن فرض کرو اگر یہ نہ ہوتا، اللہ میاں آپ کی حفاظت ونگہبانی نہ فرماتے اور آپ کی ذات پاک کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر نہ بھی رکھتے تو کیا ہوتا؟

کیا پھر حضور ﷺ کفار ومشرکین کو اپنا یار غار بنا لیتے؟ اعدائے دین سے محبت ومؤدت اور الفت وپیار فرماتے؟ ان کو اپنے اعتماد میں لیتے؟ انہیں اپنا رفیق وخلیل اور وزیر ومشیر بنا لیتے؟ ان سے رشتے ناطے کرتے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

کچھ بھی نہیں! اب تو رب العزۃ نے آپ کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام رکھا ہے، اب تو آپ سے ادنیٰ سی لغزش بھی ممکن نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی عصمت کا تکفل نہ بھی فرماتے اور آپ کی عفت وطہارت کے ذمہ دار نہ ہوتے تو بھی حضور ﷺ کفار و مشرکین سے خلت و محبت کے تعلقات نہ رکھتے آپ کی طبعی پاکیزگی اور نفسی شرافت کا اقتضا یہ تھا کہ آپ ان کی طرف گوشۂ چشمِ التفات بھی مبذول و منعطف نہ فرماتے، آپ کی فطرتی طہارت و پاکیزگی بھی آپ کو منافقین و دشمنانِ دین کی طرف ایک قدم جانے کی اجازت نہ دیتی زیادہ سے زیادہ ہوتا تو یہی کہ حضور ﷺ کا اقل قلیل اور ادنیٰ ترین قلبی میلان و رجحان ان کی طرف ہو نہ جاتا، ہونے کے قریب ہو جاتا۔ حضور ﷺ کی ذات پاک کے ان اشقیا کی طرف بہت ہی تھوڑا برائے نام جھکاؤ کا سوال نہیں قلب اقدس کا خفیف سا جھکاؤ ان عیار و فریب کار کفار و اشرار کی طرف ہوتا، وہ بھی ہوتا نہ، ہونے کے قریب ہو جاتا۔

اللہ اللہ! خلعتِ عصمت کے انعامِ ربانی و عطیہ صمدانی سے قطع نظر! اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تقویٰ وطہارت کے کس بلند مقام پر فائز فرمایا تھا اور آپ کی فطری پاکبازی و ذاتی پاکیزگی کا کیا کمال تھا کہ اقتدار و حکومت کا کوئی لالچ، حسن و دولت کا کوئی چکمہ اور دوستی و خلعت کی کوئی پیشکش آپ کو اپنے مقام سے متزلزل نہ کر سکی۔ دنیا کی بڑی سے بڑی ترغیب آپ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش و تزلزل پیدا نہ کر سکی، نہ ہی ترہیب و تخویف کی کوئی تیز و تند آندھی یا کف بدہن سیلاب کوہِ عصمت و جبلِ عفت کو اپنی جگہ سے ہلا اور ذرہ بھر جنبش میں لا سکا۔

رؤسائے قریش نے ابوطالب کو درمیان میں ڈال کر حضور ﷺ کو عرب کے تختِ حکومت زر و جواہر کے خزانہ اور حسین عورتوں کا لالچ دیا آپ نے حسن و دولت اور حکومت کی پیشکش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور ابوطالب سے آپ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا:

> ''خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا''

(سیرۃ النبی حصہ اول ص ۲۰۵ بحوالہ ابن ہشام ص ۸۹)

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

اللہ اللہ! کہاں حضور ﷺ کا یہ جمالِ سیرت وکمالِ طہارت! کہ اگر قدرت اپنے فضل خصوصی سے آپ کی خاص حفاظت اور تکفل عصمت نہ بھی فرماتی تو آپ اپنی پاکیزگی فطرت اور نیک ذاتی وشرافت کے اقتضاء سے اعدائے دین کی طرف ذرہ بھر توجہ والتفات اور خفیف سے خفیف میلان قلب بھی نہ فرماتے اور کہاں حضور ﷺ کی نام نہاد امت کا یہ الزام کہ حضور ﷺ عمر بھر معاذ اللہ منافقین میں گھرے رہے۔ آپ کے یار، دوست، احباب، اصحاب، وزیر، مشیر، اعزہ واقارب، سسرال، داماد اور ازواجِ مطہرات تک سب --- نقلِ کفر کفر نہ باشد --- دشمن دین وایمان تھے۔ العیاذ باللہ!

کہاں تو حضور محبوبِ خدا کی یہ عظمتِ شان وجلالت قدر اور بارگاہِ قادرِ مطلق میں یہ قدر ومنزلت کہ بفرضِ محال اگر قلب اقدس کے کسی بعید سے بعید گوشے میں بھی اعدائے دین کی طرف برائے نام جھکاؤ اور میلان موجود ہو، موجود ہونہ ہونے کے قریب ہو، تو خدانخواستہ اس وقت آپ اللہ کے مقابلے میں بے یار ومددگار ہوکر رہ جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو نعوذ باللہ دنیا وآخرت میں پکڑلیں۔

اور کہاں حضور ﷺ کی شان میں یہ تقصیر! کہ آپ کا سارا ماحول عیاذاً باللہ کفر ونفاق سے معمور اور حضور ﷺ کا پیمانۂ صحبت ظلم ومعصیت اور فسق وظلمت سے لبریز ہے نہ آپ کے گھر والے حق پرست ہیں اور نہ مجلس والے نہ سسرال اہلِ ایمان ہیں نہ داماد، ازواج مخلص وباصفا ہیں، نہ اصحاب --- لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔۔

ایک نکتہ

آپ سارے قرآن میں غور وخوض اور دقتِ نظر سے کام لیں گے تو اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ سے اس درجہ سخت اندازِ کلام واسلوبِ بیان اور اس قدر عتاب آلود طور وطرزِ خطاب کہیں نہیں پائیں گے۔ کیوں؟

اس لئے

کہ یہاں سوال کفار سے دوستی وخلت اور ان سے روابط وتعلقات کا ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب بہت محبوب ہیں۔ اس قدر محبوب کہ اس قدر محبوب کسی محب کو کوئی محبوب نہ ہوگا۔ اسی محبت و شفقت اور رحمت ورافت بالنبی کا تقاضا اور نتیجہ ہے کہ اللہ میاں جب یہ دیکھتے ہیں کہ کوئی کافر آپ کو اپنی طرف مائل کر رہا ہے یا کوئی بے دین و بے ایمان آپ کے قلب اطہر واقدس پر ڈورے ڈال رہا ہے تو غیرت حق جوش میں آجاتی ہے اور آپ اپنے محبوب کی کڑی سے کڑی نگرانی آپ کی شدید سے شدید نگہبانی شروع کردیتے ہیں اور حضور کو بھی ذرا سخت انداز میں انتباہ فرماتے ہیں جو بظاہر سخت اور عتاب آمیز نظر آتا ہے اس کا لفظ لفظ حضور ﷺ کی شانِ محبوبیت و عظمت کا مظہر وآئینہ دار ہوتا ہے۔

اللہ اللہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور ﷺ کی کس قدر محبت ہے کہ وہ اس میں اپنے کسی دشمن کی شرکت کے تصور کو بھی گوارا نہیں فرماتے۔ جہاں کہیں انہیں کوئی کافر و منافق اس شرکت کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے آپ فوراً اپنے محبوب کریم کو زوردار الفاظ میں تنبہ فرما دیتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ تو کسی بے دین و بے ایمان کو حضور ﷺ کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے، ان کی غیرت کو یہ قطعاً گوارا نہیں کہ ان کے محبوب ہوں اور کفار کی آغوش ہو! وہ اپنے حبیب کریم کو ہمیشہ اپنی آنکھوں میں رکھنا اور اپنے مسلمان بندوں کی آغوشِ محبت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

اور ہمارے کرم فرما ہیں کہ یہ حضور ﷺ کے ساتھ کسی مخلص ایماندار کو نہیں دیکھ سکتے ان کی ''ایمانی غیرت'' کو قطعاً یہ گوارا نہیں کہ اللہ کے محبوب ہوں اور صدیق وصدیقہ رضی اللہ عنہما کی آغوش ہو بلکہ ساری عمر حضور ﷺ کو کفار ومنافقین کے جھرمٹ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

کیا یہ رب العزۃ کی کھلی بغاوت اور کتاب اللہ کی صریح مخالفت تو نہیں؟ ہمارے ''مہربانوں'' کو اس پر غور فرمالینا چاہئے!۔

اعلانِ نبوت سے پیشتر

دنیا تو حضور ﷺ کی مجلس وصحبت میں عہد رسالت کے اندر العیاذ باللہ دشمنان دین کو جگہ

دیتی ہے اور معاندینِ حق کو حضور کے پہلو بہ پہلو بٹھلاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی حضور ﷺ کے ساتھ کفر و ظلمت کو برداشت نہیں فرماتے اور ایامِ طفولیت ہی میں اپنے محبوب کی نگہداشت و پاسبانی شروع فرما دیتے ہیں۔

عالمِ طفولیت میں پہرہ

ابھی حضور ﷺ چار پانچ سال کے ہیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہتے ہیں۔ بچپن کا زمانہ ہے، شرعاً آپ مکلف نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہیں کہ اس وقت بھی نگرانی و نگہبانی فرما رہے ہیں۔

ایک روز آپ کے رضاعی بھائیوں نے آپ کو کفار کے مجمع میں اپنے ساتھ چلنے کو کہا ان کے گھر کے قریب سرِ شام رقص و سرود کی محفل لگتی اور عیش و نشاط کی مجلس جمتی تھی، کبابوں کے لئے اونٹ کٹتے تھے، شراب کے دور چلتے تھے، عرب کی رنگین دنیا، حسین رات اور سہانی شام! کیا کہنا!

آپ نے صاف انکار فرما دیا مگر وہ زبردستی پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلے، آپ نے ہزار ہا کہا کہ مجھے کوئی جانے نہیں دیتا مگر وہ معصوم کب مانتے تھے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ اللہ میاں آ گئے، فرمایا انہیں کہاں لے چلے ہو؟ یہ تمہارے ہی تو نہیں، کچھ ہمارے بھی تو ہیں، اگر تم آج انہیں گندی مجلس اور بری محفل میں لے گئے اور کل فاران کی چوٹی پر ہمارے محبوب نے ہماری توحید کی دعوت دی اور ابو جہل یا ابولہب نے کہہ دیا کہ "رہنے دو" تم وہی تو ہو جو کل ایسی ایسی مجالس میں شریک تھے، آج "لگے ہو باتیں بنانے" تو!۔۔ بتلاؤ پھر ہماری توحید کا کیا بنے گا؟ تمہارا اور تمہارے بھائی کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، ہمیں قیامت تک کوئی مانے ہی گا نہیں۔ تم انہیں ساتھ کیا لئے جا رہے ہو گویا قیامت تک ہماری توحید کے دروازے بند کئے جا رہے ہو، ہماری معرفت پر تالے ڈالے جا رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ خیر الماکرین نے تدبیر سے اپنے محبوب کو ان سے چھڑا بچا کر راستے سے ایک طرف کر کے ایک وادی میں سلا دیا، ہوا رات بھر پنکھا کرتی رہی، آپ آرام سے سوتے رہے۔

صبح سورج نے رخسار مبارک کو تپا کر آپ کو جگایا اور آپ اٹھ کر گھر تشریف لائے۔

بھائی وہاں بزمِ طرب میں جا کر شریک ہوتے ہیں، گانا باجا شروع ہوتا ہے، رباب بجتا ہے، شباب ناچتا ہے، کباب تڑپتے ہیں، شراب اڈتی ہے، اچھلتی ہے، بھائی اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں مگر کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کہیں نظر نہیں آتے۔

گھر جاتے ہیں تو مار پڑتی ہے۔ حضرت حلیمہ کے ہاتھ سے حلم وضبط اور صبر وشکیب کا دامن چھوٹا چھوٹا جاتا ہے، آخر دن ہوتا ہے تو حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں، ماں چمٹ جاتی ہیں، بھائی خوش ہو ہو کر پوچھتے ہیں بھائی شام کو چلے تو ہمارے ساتھ تھے پھر کہاں چلے گئے تھے؟ رات کہاں تھے؟ زبانِ عصمت بولتی ہے۔

ہم وہاں تھے جہاں سے ہم کو بھی
خود ہماری خبر نہیں آتی

تو مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بچپن میں بھی حضور ﷺ کی نگہبانی فرماتے ہیں، کیا مجال کہ آپ گندی صحبتوں اور بری مجلسوں میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی شریک ہو سکیں۔

تعمیر کعبہ کے وقت

ابھی آپ کا بچپن ہے، کعبہ کی تعمیر ومرمت ہوتی ہے، آپ اپنے شفیق چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس خدمت میں شریک ہیں، سر پر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں۔ مہربان چچا کو دکھ ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں، محمد! تیرے سر پر بوجھ پڑتا ہے تو میرے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ تم اس طرح کرو اپنا تہ بند اتار لو اور اسے سر پر رکھ لو تا کہ پتھروں کی زد سے تمہیں بچا لے۔ آپ کے بدن پر اور کوئی کپڑا نہیں، بس یہی ایک تہ بند ہے۔ آپ اسے اتارنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور زمین پر گر گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ سے روایت ہے، کعبۃ اللہ کی تعمیر کے موقع پر حضور ﷺ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پتھر لا رہے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کہا:

اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ يَقِيكَ مِنَ الْحِجَارَةِ

تم اپنی تہ بند کو اپنی گردن پر رکھ لو تا کہ پتھروں کی زد سے تمہیں بچا لے، حضور ﷺ کا اس پر عمل کیا تھا:

فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ إِزَارِي إِزَارِي فَشَدَّ عَلَيْهِ إِزَارَهُ (بخاری، حدیث: ۳۸۲۹)

آپ زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان پر گڑی کی گڑی رہ گئیں جب افاقہ ہوا تو فرمایا میرا تہ بند! چنانچہ آپ کو تہ بند باندھ دیا گیا۔

غور فرمایئے! قدرت کس شدت سے آپ کی پاسبانی فرما رہی ہے، ماحول کا حال یہ کہ مرد ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور فریضہ ''عبادت'' بجا لاتے ہیں مگر ایک آئینہ توحید رب العزت ہیں کہ عالم طفولیت میں بھی ایک سیکنڈ کے لئے عریاں نہیں ہوتے مبادا کل جب مکے کے بازار میں آپ درسِ توحید دے رہے ہوں اور کوئی متمرد کہہ دے کہ چھوڑو جی! یہ وہی تو ہیں جو کل حریم کعبہ میں ننگے پھر رہے تھے اور معرفتِ ربانی کی راہ مسدود ہو کر رہ جائے۔

تو اللہ تعالیٰ بچپن ہی سے اپنے محبوب کی کیا اپنی توحید و معرفت کی حفاظت فرما رہے ہیں تا کہ کل کوئی انگلی حضور ﷺ کی ذاتِ پاک پر نہ اٹھ سکے اور دعوتِ توحید کی راہ میں کوئی روڑا نہ اٹکایا جا سکے۔

خلاصہ

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:

❶۔ اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا خود تکفل فرماتے ہیں۔

❷۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی ہر ادا کی نگرانی اور ہر حالت میں پاسبانی فرماتے ہیں حتی کہ عالمِ طفلی میں بھی آپ اللہ کی آنکھوں میں رہتے ہیں۔

❸۔ اللہ کی حفاظت سے قطع نظر! حضور ﷺ کی ذاتی شرافت، نفسی طہارت اور فطرتی تقویٰ و پاک بازی کا یہ حال اور اوج کمال ہے کہ آپ کفار و مشرکین اور اعدائے دین کی طرف برائے نام ادنیٰ سے ادنیٰ خیال بھی نہیں فرماتے۔

ان حقائق وواقعات اور قرآنی آیات کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت شان اور علوِ منزلت میں کسی مسلمان کو ذرا بھی تو شک وشبہ نہیں رہتا۔ رفقائے نبوت اور اصحابِ رسالت کی صداقت وطہارت نہایت اجاگر ہوجاتی ہے اور ان کی امامت وخلافت میں بھی کسی تردد وتامل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ورنہ ہمیں بتلایا جائے کہ:

①۔ جو قدرت آپ کو چار پانچ سال کی عمر میں گندے لوگوں کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی وہ ساری عمر معاذ اللہ آپ کو گندی صحبت میں کس طرح دیکھتی رہی ہے؟

جو چشمِ قدرت عالمِ طفولیت میں آپ کی نگہبانی و پاسبانی کرتی ہے وہ اعلانِ نبوت کے بعد کہاں سو جاتی ہے؟ معاذ اللہ!

②۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے قعود وقیام، مجلس ومسجد اور قلب ونظر ہر چیز پر کڑی نگرانی بھی رکھتے ہیں مگر آپ کی عمر بھر کے رفیق صبح ومسا اور سفر وحضر کے ساتھی معاذ اللہ اکثر وبیشتر بلکہ تمام تر دشمنِ خدا ورسول ہیں! یہ کیسی نگرانی ہے؟

③۔ اگر اللہ کی حفاظت اور دامنِ عصمت کے معاذ اللہ برخلاف آپ ساری عمر غلیظ ماحول اور ناپاک صحبت میں بسر کر ڈالتے ہیں تو کیا پھر بھی آپ اللہ کے معصوم رسول رہتے ہیں؟ معاذ اللہ!

④۔ جو خدا اپنے یوسف کریم علیہ السلام کو ایک سیکنڈ کے لئے گندے بستر پر لیٹا نہیں دیکھ سکتے وہ خدا اپنے محمد کریم ﷺ کو عمر بھر عیاذاً باللہ ناپاک بستروں پر کیسے دیکھ سکتے ہیں؟

⑤۔ جب حضور ﷺ کی فطرتی پاک بازی وصلاحیت اور ذاتی تقویٰ وطہارت کا یہ حال ہے کہ آپ اعدائے دین کی طرف ادنیٰ سا التفات بھی نہیں فرماتے تو عمر بھی بلکہ عالمِ برزخ میں بھی ـــ نقلِ کفر کفر نباشد ـــ ان کو کیسے اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں؟ کس طرح ان سے رشتے ناطے کرتے ہیں؟

المختصر اگر یارانِ رسول رضی اللہ عنہم اور ازواجِ نبی رضی اللہ عنہن کی طہارت وتقدس، عظمت وکرامت

اور صداقت و امامت میں شک و شبہ ہے تو پھر نہ رسول کی عصمت و رسالت بچتی ہے نہ خدا کی قدرت و توحید!

اگر کوئی ازواجِ مطہرات یا اصحابِ رسول کے خلاف زبانِ طعن و اعتراض دراز کرتا ہے تو اسے پہلے رسول ﷺ کی رسالت اور خدا کی ذات کو ہدفِ ناوکِ بیداد اور نشانۂ جور و جفا بنانا پڑے گا اور کوئی مسلمان اس کی ہمت نہیں کرسکتا۔

تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جی کھول کر ظلم و ستم کرو خوب تیر افگنی کرو مگر پہلے یہ جان لو کہ تمہارا ہر تیر جان و جگر خدا اور رسول ﷺ کو زخمی کرے گا۔ اب ؎

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
جان کس کی ہے مری جان! جگر کس کا ہے

اگر تم یارانِ نبی پر مشقِ ستم گاری و جفا کاری سے باز نہیں آتے تو نہ آؤ مگر یہ جان لو کہ تمہاری آتشِ ظلم و ستم سے اسلام کا گھر کا گھر بھسم ہو رہا ہے۔ آہ!

کس نے میرے چند تنکوں کو جلانے کے لئے
برق کی زد میں گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

(الاصحاب فی الکتاب ص۵۹۶ تا ۶۲۲)

یہ تقریباً تیس صفحات کا انتخاب ہے جو حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری کی پرنور کتاب سے ہم نے بصد شکریہ جماعتی طور پر لیا ہے کاش کہ ہمارے قارئین اس پوری کتاب کے نور سے اپنے آپ کو منور کریں اور دو جہاں کی سعادت حاصل کریں۔

* * *

دس اور آیات جن میں ظاہراً ایمان لانے والے ظاہراً بھی مومن مانے گئے

جب کسی مجرم پر حد جاری کی جائے تو اس عمل کو دیکھنے والے مومنین تسلیم کئے گئے اور وہ حاضری کے مکلف کئے گئے۔

① ۔ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○ (پ۱۹، النور)

ترجمہ: اور دیکھیں ان کا مارنا کچھ لوگ مومنین۔

یعنی سزا تنہائی میں نہیں مسلمانوں کے مجمع میں دینی چاہئے کیونکہ اس رسوائی میں سزا کی تکمیل و تشہیر دیکھنے سننے والوں کے لئے سامان عبرت ہوگی۔

ایسے موقع پر جن مومنین کو اس عمل کے دیکھنے کا کہا جائے، کیا ان کی ایک ایک کی قلبی تصدیق حاصل کی جائے گی؟ پھر ایمان کے ساتھ اس قلبی تصدیق کو لازم بتلانے والے کچھ تو اپنے اس تقاضے پر غور کریں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو "یا ایھا الذین امنوا" سے خطاب کرنے پر بھی انہیں مومنین نہ مانیں؟

② ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آل فرعون پر جو بددعا کی تھی اس میں ایمان کا لفظ کیا صرف فعل قلبی پر بولا گیا تھا؟

فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ○ (پ۱۱، یونس ۸۸)

اے رب مٹا دے ان کے مال اور سخت کر دے ان کے دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھ نہ لیں عذاب دردناک کو۔

کیا ان کے ایمان لانے کا پتہ ان کے فعل قلبی سے ہی ملے گا —— کچھ تو سوچو!

③ ۔ پھر کیا قوم یونس علیہ السلام میں لفظ ایمان کا استعمال بھی اسی فعل قلبی پر ہی آیا ہے؟

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ...

(پ ۱۱، یونس ۹۸)

ترجمہ: پھر کیوں نہ ہوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر کام آتا ان کو ایمان لانا مگر یونس کی قوم کو۔

④۔ اب چوتھی آیت بھی پڑھیں کیونکہ اس میں بھی ایمان فعل قلبی سے ملا ہی بتلایا گیا ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ (پ ۷، الانعام ٦)

ترجمہ: اور یہ قرآن کتاب ہے جو کہ ہم نے اتاری برکت والی تصدیق کرنے والی ان کی جو اس سے پہلی ہیں اور تا کہ تو ڈراوے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار۔

ان لوگوں کا ایمان کیسے پہچانا جائے گا؟ انکے نماز جیسے اعمال سے یا فعل قلبی سے؟ ظاہر ہے کہ امتیں اس طرح اپنے ظاہر اعمال سے ہی پہچانی جاتی ہیں نہ کہ ہر کسی کے فعل قلبی سے کہ اسے پہچاننے میں ہی لگے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے ایمان کی خود یاایہا الذین امنوا کہہ کر تصدیق فرمادی ان کے ایمان میں کسی پیرائے میں شک کیا ہی نہیں جاسکتا۔

⑤۔ اب پانچویں آیت پر چلئے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ (پ ۱۰، التوبہ ۷۴)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان، ان کے

لیے بخشش ہے اور روزی عزت کی۔

یہاں ایمان کی پہچان ظاہری ایمان ہجرت اور جہاد جیسے اعمال سے بتائی گئی۔ قلبی اعمال سے نہیں، قلبی اعمال پر گرفت کرنے سے قومی معرکے کبھی سر نہیں ہوتے اور اس آیت کے دوسرے حصے میں سے انہی کے ایمان کی تصدیق کی گئی ہے نہ کہ کسی قلبی تصدیق سے۔

⑥۔ اب اس چھٹی آیت کو لیجئے۔ اس میں مؤمنین کی ایک اپنی راہ بتائی گئی ہے۔ اس راہ سے انہیں پہچانیں کسی قلبی تصدیق سے نہیں۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ (پ۵، النساء ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو کوئی مخالفت کرے رسول (ﷺ) کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس (گروہ) کو اسی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

اس آیت سے معلوم ہوا مسلمانوں کی ایک اپنی راہ کھلی ہے جو اس کے خلاف چلے گا وہ ایک غلط راہ پر چل نکلا۔

اس پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی کو حق بات واضح ہو چکے پھر اس کے بعد بھی رسول اللہ (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرے اور سب مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جدی راہ اختیار کرے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے جیسا کہ اس چور نے کیا جس کا ذکر ہو چکا۔ بجائے اس کے کہ قصور کا اعتراف کر کے توبہ کرتا یہ کیا کہ ہاتھ کٹنے کے خوف سے مکہ بھاگ گیا اور مشرکین میں مل گیا۔

اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماع امت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا

ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدی راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔ (فوائد القرآن ص ۱۲۷ — طبع سعودی عرب)

اللہ تعالیٰ نے جب کسی جماعت کو یا ایھا الذین امنوا سے مخاطب کر دیا تو یقین کیجئے کہ اس نے ان کے ایمان کی آسمانی تصدیق کر دی۔

⑦۔ اب اس ساتویں آیت کو لیجئے:

ایمان کے ساتھ عمل صالح کی قید کس لئے لگائی گئی؟ ایمان کیا اپنے فعل قلبی پر پورا اترنے میں کافی نہ تھا؟ اللہ تعالیٰ نے تمام مذاہب کو اکھٹا کر کے ان پر صحیح ایمان پر ہونے کی قید کس لئے لگائی؟

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (پ ۶، المائدہ ۶۹)

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابئون ہوئے اور عیسائی ہوئے جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ ان پر ڈر ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔

ایمان لانے والوں کا ذکر پہلے فرمایا پھر ان کو بھی حقیقی ایمان کے موافق رکھنے کے لئے اعمال صالحہ کا پابند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ایمان صرف ایک فعل قلبی اور کسی امر مخفی کا نام نہیں اعمال صالحہ ساتھ ہوں تو اس ایمان میں بھی وزن آ جائے گا ورنہ نہیں۔ فعل قلبی پر پورا اترنے سے کوئی اپنے دعوئ ایمان پر پورا نہیں اترتا۔ ایمان کی صحیح راہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کی آسمانی تصدیق حاصل ہو۔ اس آسمانی تصدیق کے بعد کسی اور فعل قلبی کی ضرورت نہیں رہتی۔

⑧۔ اب اس آٹھویں آیت کی شہادت بھی لیجئے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ

اٰمِنًاؕ ... (پ ۴، آل عمران ۹۸)

ترجمہ: بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو ـــ اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم ـــ اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا ۔۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے کھلے نشان کو ایمان کا نشان بتایا گیا، اس پر یہ آسمانی بشارت وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا بتلاتی ہے کہ ایمان کے کھلے نشان ہیں یہ صرف کوئی فعل قلبی نہیں ۔

اللہ کی راہیں سب ہیں کھلی آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

⑨ ۔ ایمان کے حقیقی معنی پر قرآن کریم کی نویں شہادت

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ○
اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ○

(پ ۹، الاعراف ۹۸، ۹۹)

ترجمہ: اب کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس سے کہ آ پہنچے ان پر آفت ہماری راتوں رات جب وہ سوتے ہوں یا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے جب کھیلتے ہوں کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے ـــ سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔

دنیوی خوشحالی اور عیش کے بعد جو خدا کی ناگہانی پکڑ ہے اس کو "مکر اللہ" خدا کا داؤ فرمایا ہے۔ عیش و تنعم میں پڑ کر وہی لوگ خدا کی ناگہانی گرفت سے بے فکر ہوتے ہیں۔ یہاں اَفَاَمِنُوْا کا لفظ خدا کی ناگہانی گرفت سے بے ڈر ہونا ہے یہ کوئی قلبی کاروائی یا کوئی مخفی عمل نہیں ہے۔ کتنے نادان وہ لوگ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کے ایمان کے لئے ہمیشہ کسی قلبی کاروائی کے درپے رہتے ہیں اور ان کو ماننے کے لئے ان کے ایمان کے لئے ہمیشہ اسی ایک سوال کے گرد سرگرداں رہتے ہیں۔

اٰمِنُوا۔ اٰمَنُوا اور ایمان کا مادہ ایک ہے۔ اٰمِنُوا کا معنی بے ڈر ہونے کا ہے اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا معنی بھی یہی ہے کہ اے لوگو جو تم اپنے آپ کو اللہ کی امان میں دے چکے۔ اس پر یہ آسمانی تصدیق ہے جس کے نہ ماننے کے سبب دعویٰ اسلام کے دونوں فریق اپنی پوری تمنا کے باوجود اب تک ایک نہیں ہو سکے۔ شیعہ علماء کبھی تقیہ کے پردہ میں اپنے آپ کو اپنے بڑے بھائیوں سے ایک ہوا بتلاتے ہیں تو بڑے بھائی اس پر اعتماد نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دعویٰ اسلام کے یہ دونوں مدعی اب تک ایک نہیں ہو پائے۔

بڑے بھائی بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ یہ تقیہ کی چادر تلے یوں کہہ رہے ہیں گو بات اسی طرح ہو لیکن ظاہری طور پر دو فریق پھر بھی تو ایک ہو گئے لیکن بڑے بھائی بڑے ہی رہے اور چھوٹے چھوٹے ہی۔ جب اتحاد کی ایک عملی راہ یہ کھلی ہے تو اسے بھی بند کر دینا یہ ہرگز کوئی دانائی نہیں ہے۔ ان آیتوں میں یہ دسویں آیت بھی ملاحظہ کر لیجئے اور دوسروں کے دل ٹٹولنے اور ان کے قلبی حالات میں اترنے کی محنت نہ کیجئے۔ بشرطیکہ یہ اپنی زبان و قلم سے اپنے آپ کو نہ کھول دیں۔

دعویٰ اسلام کے یہ دونوں فریق جب اس موضوع پر آتے ہیں کہ یہ لوگ صرف تفضیلی شیعہ ہیں، ان پر تبرّا کے یہ الزامات غلط ہیں۔ اگر اس پر بڑے بھائی انکی یہ بات مان ہی لیں کہ ہم تفضیلی شیعہ ہیں تو کیا اس سے بھی یہ تفرقہ کی باہمی آگ بجھ نہیں سکتی؟ شرط یہ ہے کہ وہ حضرات شیخین رضی اللہ کے ایمان اور ان کی عظمت کا اقرار تو کریں۔

قومی طور پر سوچئے کہ آخر میں کیا ایک راہ باہمی اتحاد کی نکل نہیں آتی؟ رہی نیت تو یہ ہر ایک کی اپنی اپنی ہے۔ ولکل امرء ما نویٰ۔ کچھ نہ ہونے سے یہ کچھ ہونا بھی کیا ایک عملی راہ نہیں۔ وَفَّقَکُمُ اللّٰهُ لِمَا یُحِبُّهٗ وَیَرْضٰی بِهٖ

⑩ ۔ اب ان نو آیات میں دسویں کا بھی کچھ مطالعہ کر لیں

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی مختلف نعوت اور شانیں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ
عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (پ۱۱، التوبہ ۱۲۸)

ترجمہ: آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا ـــــ، بھاری ہے اس پر جو تم کو
تکلیف پہنچے ـــــ حریص ہے تمہاری بھلائی پر ـــــ ایمان والوں پر نہایت شفیق
مہربان ہے۔

حضور اکرم ﷺ جب تمام ایمان والوں پر شفیق و مہربان ہیں اور ان کی بھلائی پر حریص ہیں تو کیا کوئی شخص یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ آپ ہر مؤمن کی خیر خواہی اس کا دل ٹٹول کر فرماتے ہیں یا آپ کی یہ خیر خواہی عمومی طور پر پوری امت اور تمام مسلمانوں کے شاملِ حال ہے۔ شیعہ لوگوں کا ان لوگوں کے بارہ میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خود سینکڑوں دفعہ یاایھا الذین اٰمنوا کی سند دی۔ اپنے بڑے بھائیوں سے یہ کہنا کہ حضرات ثلٰثہ کا ایمان ثابت کرو اور وہ بھی اس پیرائے میں کہ ان کے دل کی ایک ایک بات پر روشنی ڈالو اور اس کی وضاحت کرو، کیا اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی حماقت ہوسکتی ہے۔ بڑے بھائیوں کو بھی چاہئے کہ چھوٹے بھائیوں سے کبھی اس موضوع پر بحث نہ کریں کہ ایمان ثلٰثہ ثابت کرو۔ یہ وہ عنوان ہے جس کو رب العزت قرآن کریم میں ایک دفعہ نہیں سب سے بڑی تعداد میں بیان فرما چکے اور شیعہ اپنے اس سوال پر ہمیشہ چھوٹے ہی رہے اور اس پر آج تک قم اور نجف اشرف کے تمام مجتہدین کا اتفاق ہے۔

ہم نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم پر تیس آیتیں پیش کی ہیں ان دس کو بھی اگر ساتھ جمع کر لو تو یہ ''اربعین'' ایک ایسی علمی تاریخی اور تحقیقی دستاویز ہے کہ رہتی دنیا تک ہمیشہ ستاروں کی طرح چمکتی رہے گی اور دعویٰ اسلام کے دو دعویداروں کا بھی کسی نہ کسی پیرائے میں قرآن کی چالیس کھلی شہادتوں سے اتحاد ہوجائے گا۔ اس ''اربعین محمودی'' کو کبھی نہ بھولیں۔

بحمد اللہ

جدید تحقیق کے نام سے "مذہبی مفسدین کے خفیہ حربے"

①۔ غیر شعوری طور پر عوام الناس کے عقائد پر "جدید ریسرچ کا دعویٰ"

②۔ کسی مثبت پہلو پر بیان آزمائی اور پھر اپنے اصل چہرے کی رونمائی۔ اس سے پردہ ہٹانا

③۔ پہلے امیر لوگوں میں محنت کرنا اور پھر عام لوگوں میں اس حربے کو لانا

④۔ جن مباحث پر پہلے تحقیق کے بند باندھے جا چکے انہیں "پھر سے اختلافات میں لانا"

⑤۔ علماء کو بلا لحاظ مسلک برا بھلا کہنا اور "اپنا کوئی مسلک نہ بتلانا"

⑥۔ عام نظام فطرت سے "نئے نئے مسائل کی کشید" اور انکے حوالے سے پرانے مسائل کی تردید

⑦۔ پہلے مفسدین کا نام لئے بغیر ان کے اوہام باطلہ کو "اپنے نئے الفاظ کا لبادہ پہنانا"

⑧۔ تفسیروں کے حوالوں سے خود قرآن کے حقائق کو مشتبہ کرنا اور نئے اصول بنانا

⑨۔ حدیثوں کے اختلاف سے خود ذات رسالت کے بارے میں طرح طرح کے وہمات پیدا کرنا

⑩۔ جمع قرآن اور جمع حدیث کے بعض واقعات سے "صحابہ پر کئے گئے اعتماد کو کمزور کرنا"

اسلام کے خلاف کی گئی سازشیں اپنے تاریخی پسِ منظر میں

❶۔ جن سازشوں کے پیچھے کوئی منظم سازش رہی

❷۔ جن سازشوں کے پیچھے کوئی گہری سازش نہ تھی

❸۔ میثاقِ مدینہ کے خلاف یہود کا عمل اور اس کے نورانی اثرات

❹۔ عیسائیوں کے وفد نجران کی مدینہ میں آمد اور مباہلہ سے انکار

❺۔ علماء کے حوالوں اور دلائل سے لاجواب ہوکر آسمانی دعوے۔

غلط آسمانی دعویٰ کرنے والوں کے اخلاق اور ان کی زبان ان کی حقیقی ترجمان

ان کی بے ہودہ زبان، غلط پیش گوئیاں، پہلے انبیاء علیہم السلام کی توہین اور اپنی برتری کے دعوے

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم   عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم   (استغفر اللہ)
کروں حالِ دل میں کیا بیاں   میرا غم سے سینہ فگار ہے

* * *

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی اخلاقیات میں اس قدر سنبھلے ہوئے تھے کہ مجال ہے کہ ان سے کوئی بد اخلاقی صادر ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے اخلاق کی درستگی کو اپنے مقاصد رسالت میں جگہ دی ہے:

بعثتُ لِاُتَمِّمَ مکارمَ الأخلاق

علمائے کرام اخلاقیات پر توجہ فرمائیں!

رسول خدا ﷺ کی ذمہ داریوں میں انسانوں کے اخلاق پر محنت ایک اہم جزو تھا۔ بد اخلاق کا (عالم ہو یا جاہل) دین و دنیا میں کوئی حصہ نہیں۔ ان کا معاملہ ایک دکان کی مانند ہے، اخلاق اس کا دروازہ ہے اور زبان اس کا تالا ہے، جب زبان کھلتی ہے تب پتہ چلتا ہے کہ یہ دکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔

خوش اخلاق انسان جاہل بھی ہو تو کبھی دوستوں کی دوستی سے محروم نہیں رہتا، اپنی بستی میں جم کر بیٹھتا ہے اور دنیا سے رخصت بھی ساتھیوں کے ہجوم میں ہوتا ہے، قبر بھی خیر خواہوں سے ہمیشہ آباد رہتی ہے۔ جبکہ ایک بد اخلاق عالم کی مجلس چار دن سے زیادہ آباد نہیں رہتی اور وہ بھی دھوکے میں، اہل علم ایک دن اور جہلاء تین دن سے زیادہ اس کی معیت برداشت نہیں کر سکتے اور پھر وہ قصبہ چھوڑ کر اجنبیوں کی بستیاں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ مخلوق اس کی بدزبانی سے ڈرتی ہے اور اس کی زندگی کے اختصار کی دعا کرتی ہے۔ دنیا بد اخلاق شخص سے دور بھاگتی ہے وہ مخلص ساتھیوں کو ترستا دنیا سے رخصت ہوتا ہے جنازہ پردیس میں اجنبی پڑھتے ہیں اور قبر بے آباد ہی رہتی ہے پردیسی فاتحہ پڑھے بغیر جلدی جلدی گزر جاتے ہیں۔

کافر ہو یا مسلمان جس میں کنجوسی، حسد اور بخل جیسے موذی امراض ہوں وہ کبھی اخلاق والا نہیں ہو سکتا اور ہر کسی سے جھگڑا، ہدیہ دینے والے کی ناشکری اور سوال کرنے والے کا سر کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ کیا طبیعت دریافت کرنے والے کی درگت بنانا، مجلس میں آنے والوں کو کام کاج گھر واپس جانے اور آرام سے بلاوجہ گھنٹوں روکے رکھنا، پانچ منٹ کی بات اور دوسرے کے دو گھنٹے ضائع کرنا، شادی پر بلانے والے کا دل توڑنا، دعوت پر کوئی ایک کو بلائے اور ساتھ میں پورا خاندان بن بلائے مہمان ساتھ لے جانا کیا یہ سب غیر اخلاقی حرکتیں نہیں؟ جھوٹ کو سچ اور لکڑی کو لوہا ثابت کرنے کی عبث و نامراد گفتگو کے بعد لوگوں سے سوال کرنا کہ میں نے سچ کہا ہے نا؟

مسئول بھی شرم کے مارے کہتا ہے کہ حضرت جی یہ آپ کی تشریح ہے (گویا رحم کرو، اپنے جھوٹ پر اب ہم سے جھوٹ مت بلواؤ) تو بھی شرمندگی نہیں کہ فضول گناہ کا کام کیا؟ پھر طرفہ تماشا یہ کہ ہمدردیاں حاصل کرنے کی امید سے گلہ بھی کرنا کہ نہ جانے لوگ میرے قریب کیوں نہیں آتے؟ اگر آپ اپنے گرد مخلص ساتھیوں کی کمی محسوس کرتے ہیں تو لازم ہے کہ اپنا محاسبہ کریں لوگ آپ کے اخلاق کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ سخاوت، دوسروں کی خوشی میں راحت اور حوصلہ فزائی کا رویہ اختیار کریں اچھی بات خاموشی سے اور خاموشی برے بول سے ہزار گنا بہتر ہے خود غرضی ظلم، جھوٹ، تکبر، دوسرے کی تحقیر، لینے اور دینے کے الگ معیار رکھنا، غنی کا بھیک اور صدقہ کھانا اخلاق کے زہر ہیں۔ دوسرے کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لیے! لوگ آپ کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں اور اپنوں سے ملاقات اور بہترین سلوک اخلاق نبوت ہے۔

المسلم من سلم الناس من لسانه ويده والمؤمن من أمنه
الناس على دمائهم وأموالهم (رواه النسائی)

اس ارشادِ نبوی میں تمام انسانیت کی رعایت ہے۔ اور مسلمانوں کا درجہ ان میں سب سے زیادہ ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے خاص طور پر یہ بھی فرمادیا کہ:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (رواه البخاری)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کون خوش اخلاق ہوسکتا ہے لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اثنا عشری شیعوں نے ان کے بارے میں یہاں تک جسارت کی۔ ہے کہ وہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بڑی سخت زبان استعمال کرتی تھیں:

"مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائناں در خانہ گریختہ ای بعد ازاں کہ شجاعان دھر را بخاک ہلاک افگندی مغلوب ایں نامرداں گردیدہ ای۔

(حق الیقین ص ۲۰۳)

ترجمہ: رحم میں پڑے ناپختہ بچے کی طرح تم پردہ نشین ہوئے بیٹھے ہو اور خیانت کرنے والوں کی طرح گھر بھاگ آئے ہو اور دنیا کے بہادروں کو خاک ہلاکت پر گرانے کے بعد خود ان نامردوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔

ہم جب شیعوں کو اس بات پر ملامت کرتے ہیں تو وہ ان کلمات پر شرمندہ ہونے کے بجائے الٹا ہمیں کہتے ہیں کہ تم اہلِ بیت کا ادب نہیں کرتے اور وہ جان رہے ہوتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

ہم اس شکایت پر اس کتاب کو ختم کرتے ہیں اور تمام صحابہ اور صحابیات کو عقیدت کا سلام کرتے ہیں۔

اسلامِ ما اطاعتِ خلفائے راشدین
ایمانِ ما محبت آلِ محمد است

یہاں یہ نہ سمجھیں کہ ہم اسلام اور ایمان میں فرق کر رہے ہیں ان دونوں میں صرف ظاہر اور باطن کا فرق ہے اور ہم دونوں پر یقین رکھتے ہیں۔

گواہانِ نبوت پر جرح نہ کیجئے

قرآن کریم کی رو سے بہترین وہی لوگ ہیں جو دوسروں کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے گئے۔ وہ کون؟ صحابہ کرام!

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (پ ۴، آل عمران ۱۱۰)

ترجمہ: تم ہو بہتر تمام امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں تم حکم کرتے ہو اچھی باتوں کا اور روکتے ہو بری باتوں سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔۔

حضور ﷺ نے اس پہلے دور کی اس طرح تقسیم کی ہے:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

ترجمہ: تمام زمانوں میں بہتر میرا زمانہ ہے (یعنی عہدِ صحابہ) پھر ان کا جو ان سے آگے آئے (یعنی تابعین) پھر وہ جو ان سے آگے آئے (یعنی تبع تابعین)

حضرت امام شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی (۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:

ورسول اللہ ﷺ وصفھم بانھم خیر الناس فقال خیر الناس قرنی الذین انا فیھم والشریعۃ انما بلغنا بنقلھم فمن طعن

فیھم فھو ملحد منابذ للاسلام دواءہ السیف ان لم یتب۔

(اصول سرخسی جلد ۲، ص ۱۳۴)

اب ان کے بارے میں ان محققین دیوبند کی آراء بھی سن لیں جن سے اسلام میں مقام صحابہ کھل کر سب کے سامنے آتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے اس کے علم ازلی میں پہلے سے ہی یہ مقدر ہو چکا تھا جسکی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دے دی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہوں گے، آپ کی امت بھی جملہ امم واقوام پر سبقت لے جائے گی کیونکہ اس کو سب سے اشرف واکرم پیغمبر نصیب ہوگا ادوم واکمل شریعت ملے گی، علوم ومعارف کے دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے، ایمان وعمل تقویٰ کی تمام شاخیں اسکی محنت اور قربانیوں سے سرسبز وشاداب ہوں گی، وہ کسی خاص قوم ونسب یا مخصوص ملک واقلیم میں محصور نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرہ عمل سارے عالم کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا۔ گویا اس کا وجود ہی اس لئے ہوگا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرے اور جہاں تک ممکن ہو انہیں جنت کے دروازوں پر لاکر کھڑا کردے۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس میں اسی طرف اشارہ ہے۔

پھر اس امت کو ساری امتوں پر اس طرح فائق بتلایا گیا ہے:

اس سورت کے نویں رکوع میں وَاِذْ اَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ سے نبی کریم ﷺ کی امامت وجامعیت کبریٰ کا بیان ہوا تھا۔ دسویں رکوع میں اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ سے اس امت کے قبلہ کی برتری دکھلائی گئی۔ گیارہویں رکوع میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا الخ سے اس امت کی کتاب وشریعت کی مضبوطی کا اظہار فرمایا۔ اب یہاں بارہویں رکوع کے آغاز سے خود امت مرحومہ کی فضیلت وعظمت کا اعلان کیا جارہا ہے۔

(فوائد القرآن ص ۸۲)

تمت بالخیر

رئیس المحققین جسٹس حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود دامت برکاتہم العالیہ

سلطان المدققین (پی ایچ ڈی لندن) ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

کتاب کا نام	جلدیں	موضوع
آثار التنزیل	2	قرآن کا تعارف
آثار الحدیث	2	حدیث کا تعارف
آثار التشریع	2	فقہ کا تعارف
آثار الاحسان	2	تصوف کا تعارف
خلفائے راشدین	2	مسئلہ خلافت و وقائع خلافت
عبقات	2	باب الاستفسارات (سوالاً جواباً)
مقام حیات	2	مکینِ گنبدِ خضریٰ ﷺ کی حیاتِ برزخی کا بیان (جلد دوم زیرِ طبع)
تجلیات آفتاب	2	مقدمہ آفتابِ ہدایت (مصنفہ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ)
بست بابی فہرست مضامین القرآن	2	مختصر دورہ تفسیر قرآن
مطالعہ بریلویت	10	ایک تاریخی اور تحقیقی دستاویز
عقیدۃ الامۃ فی معنی ختم النبوۃ	1	معنی ختم نبوت میں مطالعہ قادیانیت کی پہلی جلد
عقیدہ خیر الامم فی مقامات عیسیٰ بن مریم	1	حیاتِ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں مطالعہ قادیانیت کی دوسری جلد
عقیدۃ الاعلام (فی الفرق بین الکفر والاسلام)	1	کفر و اسلام میں تصفیہ کے بارے میں مطالعہ قادیانیت کی تیسری جلد
مرزا غلام احمد قادیانی	1	مرزا اپنی تحریرات اور پیش گوئیوں کے آئینہ میں مطالعہ قادیانیت کی چوتھی جلد
شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ	1	شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد اور معرکہ بالاکوٹ
مقدمہ کتاب الاستفسار	1	عیسائیت کے بارے لکھی گئی کتاب (از مولانا آل حسن رحمۃ اللہ علیہ) پر مقدمہ
معیار صحابیت	1	رافضیت کی تاریکی میں لکھی گئی باتوں کا جواب
نماز کا مقامِ توحید	1	شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پر اعتراض کا جواب
آسان راستہ	1	قرآن و حدیث کے علمی مسائل میں الجھے بغیر قادنیت کو سمجھنے کے لیے
دوازدہ احادیث	1	۱۲ احادیث نبویہ کی قرآن کی روشنی میں صحیح تعلیم و تفہیم
درسِ قرآن	1	آنحضرت ﷺ کے بعد مدینہ میں حکومت کیسے قائم ہوئی؟ (خلافت کا بیان)
محرم کی دس راتیں	1	حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے دس بیانات کا نادر مجموعہ

محمود پبلی کیشنز اسلامک ٹرسٹ
LG-20، ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور
042-37321526, 0302-4284770